قال تعالیٰ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر الآیہ

مصداق آیت بالا حق تعالیٰ تک پہونچنے کا سہل اور سیدھا راستہ بتانے والا

مفید رسالہ مسمی بہ

تسہیل قصد السبیل

مع

پنج رسائل

بعضے آداب معاشرت

ملقب بہ

لطائف ستہ

باہتمام احقر ظہور الحسن کسولوی مقیم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

تجلی پریس دہلی میں طبع ہو کر کتب خانہ امداد الغرباء سے شائع ہوا

فہرست مضامین ستہ تصوف ملقب بہ لطائف ستہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید مضامین ستہ تصوف ملقب بہ لطائف ستہ

حمد و نعت کے بعد گذارش ہے کہ آیت وعلی اللہ قصد السبیل ومنہا جائر ولو شاء لھدٰکم اجمعین ۰ سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ راہ حق سب راہوں میں معتدل اور قریب اور سہل ہے مگر آجکل کے نام نہاد صوفیوں نے راہ حق کے شعبہ تصوف کو افراط و تفریط اور خود تراشیدہ لغویات سے ایسا دشوار اور تنگ کر دیا ہے کہ خدا کی پناہ اسی لیے حکیم الامۃ مجدد الملۃ محی الطریقۃ حضرت مولانا مولوی قاری حاجی شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی حنفی چشتی عمت فیوضہ ودامت نے رسالہ "قصد السبیل الی المولی الجلیل" تالیف فرمایا جسمیں تصوف کا معتدل ہونا اس طرح دکھایا ہے کہ فساد عقیدہ کا نشان نہیں رہا اور قریب ہونا اسطرح ظاہر کیا ہے کہ ناامیدی کا وہم نہیں رہا اور سہل ہونا اس طرح بیان کیا ہے کہ جس سے کم ہمت اور عدیم الفرصت بھی کم ہستہ ہو جاتے ہیں مگر چونکہ یہ رسالہ بہت زیادہ عام فہم نہ تھا اس لیے حضرت مولف کے خلیفہ شاہ لطف رسول صاحب نے اسکی تسہیل فرما کر تسہیل قصد السبیل نام رکھا۔ پھر حضرت مولف کے مشورہ سے بعض نہایت اہم مگر مختصر مضامین بھی لاحق کر دیے گئے (۱) رسالہ الیم فی السم (۲) رسالہ الظم فی السم (۳) بعضے آداب شیخ (۴) بعضے حقوق معاشرت تاکہ اصل رسالہ سے صحیح دستور العمل معلوم ہو جائے اور (۱) و (۲) سے جو فن تصوف کی جان ہیں۔ سالک کی خاص پریشانیاں رفع ہو جائیں اور (۳) سے شیخ کے معاملات پر تشدد کی بدگمانی نہ ہو کیونکہ یہ بدگمانی ناکامی کا سب سے بڑا سبب ہے (یہ آداب شیخ ابن عربی کے ایک رسالہ سے جو مستقلاً بھی مع ترجمہ شائع ہو چکا ہے منتخب کئے گئے ہیں) اور (۴) سے حقوق معاشرت کی پوری رعایت ہو (یہ آداب حضرت مولف کے رسالہ آداب المعاشرت سے منتخب کئے گئے ہیں حضرت مولف نے ان بیش بہا چار اضافوں کی رعایت سے اس مجموعہ کا لقب پنج حاسہ باطنہ تجویز فرمایا تھا اس مرتبہ ہم اس رسالہ کو ایک نہایت اہم اور مفید اضافہ رسالہ السلسبیل لعابری السبیل جو حضرت مولف کا ایک ملفوظ ہے اور رسالہ الیم ورسالہ الظم کی تسہیل کیساتھ شائع کرتے ہیں۔ اور اس مجموعہ کو بمشورہ حضرت مولف لطائف ستہ سے ملقب کرتے ہیں حق تعالیٰ مقبول و نافع فرمائیں اللھم آمین ؎

تسہیل قصد السبیل

(بعبارت مولانا شاہ لطف رسول صاحب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعریف کے لائق اللہ تعالیٰ ہے جو بڑا مالک ہے اور اُسی کی طرف (دین کے) سیدھے راستہ کی انتہا ہے۔ اور درود و سلام ہمارے سردار محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو جنکی برابر کمالات میں کوئی دوسرا نہیں اور وہ اس راستہ کے بہترین رہبر ہیں اور آپکی اولاد اور اصحاب سب پر بھی درود و سلام ہو جنھوں نے اپنی جان اور مال بھوڑا ہوا تو اور بہت ہوا تو سب اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالا، اور جو آیتوں اور حدیثوں کے پہنچانے والے ہیں جن سے مسلمانوں کو عزت اور کافروں کو ذلت نصیب ہوئی +

امابعد جاننا چاہیئے کہ اس کتاب میں ہم تھوڑی سی ضروری باتیں فقیری کے بیان میں لکھتے ہیں، اور ہر بات کے شروع میں لفظ ہدایت لکھیں گے۔ اور ان باتوں کے لکھنے کی وجہ یہ ہوئی کہ اکثر لوگوں کو فقیری کا شوق ہوتا ہے، لیکن بعض لوگ تو راستہ نہ جاننے سے غلطی اور گمراہی میں پھنس جاتے ہیں۔ اور بعض لوگ اگرچہ غلطی (گمراہی) میں نہیں پھنستے۔ لیکن مقصود کے نہ جاننے سے اُن کا وہی حال ہوتا ہے جس کا بیان ان شعروں میں ہے

یک سبد پر نان ترا بر فرق سر	تو ہمی جوئی لب نان در بدر
تا بزانوئی میاں جوئے آب	در عطش و ز جوع گشتستی خراب

معنی ان شعروں کے یہ ہیں کہ ایک ٹوکرا روٹیوں سے بھرا ہوا تو تیرے سر پر رکھا ہوا ہے، اور تیرا حال یہ ہے کہ ایک ٹکڑا روٹی کا در در مانگتا پھرتا ہے، اور گھٹنے تک تو تو پانی کی نہر میں کھڑا ہے۔ مگر تیرا حال یہ ہے کہ بھوک اور پیاس سے تباہ ہو رہا ہے[۱] اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ یہ بات آسان طریقہ سے بتلا دی جائے کہ فقیری کا راستہ کیا ہے، اور فقیری میں کس بات کا حاصل ہونا مقصود ہے۔ اس کتاب کے لکھنے سے پہلے بھی بعض صاحبوں نے اسکی فرمائش کی تھی۔ مگر اُس وقت یہ صورت جو اس کتاب کی ہے، میرے خیال میں نہ آئی تھی۔ اس لئے عذر کر دیا گیا۔ اب اُسکے لکھنے کا وقت آگیا ہے ان باتوں کو میں نے جہاں سے لیا ہے وہ یہ ہیں۔ قرآن شریف، حدیث شریف فقیری کے جو بڑے بڑے جاننے والے بزرگ گذرے ہیں اُن کی لکھی ہوئی باتیں، اپنے بزرگوں سے جو باتیں سُنیں۔ وہ باتیں جو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالدیں اگرچہ اس ڈر سے کہ کتاب بڑی نہ ہو جاوے۔ ہر بات کی دلیل بیان نہیں کی۔ اب میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ جیسا اس کتاب کا نام ہے، جس کے معنی ہیں اللہ تک پہونچنے کا سیدھا راستہ۔ اِسی طرح اس کتاب کو اللہ تک پہونچنے کا سبب بنا دیں یعنی جو اس کتاب پر عمل کرے اللہ تک پہونچ جاوے، اور مجھ آوارہ کو بھی ٹھکانے اچھے لگا دیں اور یہ اللہ تعالیٰ کو کچھ مشکل نہیں +

ہدایت پہلی - فقیری اس کو کہتے ہیں کہ اپنے ظاہر اور باطن کو آراستہ کرے، ظاہر کو اُن عملوں سے جو جسم کے ظاہری اعضا سے کئے جاتے ہیں، اور اُن کا کرنا ضروری ہے۔ جیسے نماز روزہ وغیرہ اور دل کو سچے عقیدوں اور نیک عادتوں سے جیسے اخلاص یعنی دین کے کام اللہ کی رضامندی کے لئے، لوگوں کے دکھلانے کے لئے نہ کرنا۔ اور شکر یعنی اللہ تعالیٰ کا احسان ماننا اور صبر یعنی مصیبت کے وقت شکوہ شکایت نہ کرنا۔ اور زہد یعنی دُنیا سے بے رغبت ہونا۔ اور تواضع یعنی اپنے کو بڑا نہ سمجھنا

[۱] یعنی جب آدمی مقصود کو نہیں جانتا تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مقصود حاصل ہو گیا، مگر وہ سمجھتا ہے کہ مقصود حاصل نہیں ہوا اس لئے پریشان ہوتا ہے ۱۲ لطف رسول +

یہ اوصاف حاصل کرے۔ فقیری[عہ] کا ایک درجہ تو یہ ہے اور دوسرا[عہ] درجہ یہ ہے کہ ان مذکورہ باتوں کے ساتھ ظاہر کو نفل عبادتوں میں اور باطن یعنی دل کو اللہ کی یاد میں[سہ] ہمیشہ مشغول رکھے، کسی دم غافل نہ ہو۔ پہلے درجہ کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس درجہ کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے، اس لئے اُن دو چیزوں کا اہتمام کرنا بھی ضروری ہے۔ ایک بقدر ضرورت علم دین کا سیکھنا خواہ پڑھ کر ہو خواہ عالموں سے مسئلے پوچھ کر اور اگر پڑھے تو چاہے عربی پڑھے چاہے فارسی کتابیں مسئلوں کی پڑھ لے چاہے اُردو کتابیں مسئلوں کی پڑھ لے۔ اس احقر نے ایک کتاب بہشتی زیور شائع کرائی ہے وہ اور کتاب صفائی معاملات اور تیسرا باب مفتاح الجنۃ کا یہ دین کی روزمرہ ضرورتوں کے لئے کافی ہیں۔ دوسرے جو مسئلے سیکھے اُن پر عمل کرنے کا پکا ارادہ کرنا تاکہ نفس کی خواہشیں اور لوگوں کی ملامت (عمل سے) مانع نہ ہو۔ یہ تو پہلے درجہ کا بیان ہوا اور دوسرا درجہ مستحب ہے اور لوگ اکثر اسی کو فقیری کہتے ہیں۔ لیکن اگر اس دوسرے درجہ میں مشغول ہونے کے سبب پہلے درجہ کی باتوں میں سے کوئی ضروری بات چھوٹ جاوے یا اُن میں کسی قسم کا نقصان پڑ جاوے تو پھر اس دوسرے درجہ میں مشغول ہونا منع اور ناجائز ہوگا جیسے بعض جاہل کرتے ہیں کہ بیوی بچوں کو چھوڑ کر درویشی کا دم بھرتے ہیں +

ہدایت دوسری

طریقہ درویشی میں قدم رکھنے کا یہ ہے کہ پہلے سب گناہوں سے پوری طرح توبہ کرے، اور اگر کوئی عبادت جو اس کے ذمہ واجب تھی جیسے نماز روزہ وغیرہ چھوٹ گئی ہو تو اس کو قضا کرنا شروع کردے، اور اگر اس کے ذمہ لوگوں کے کچھ حق ہوں تو اُن کے ادا کرنے کی فکر میں لگ جاوے۔ یا حق والوں سے معاف کرائے کیونکہ بدون اس کے کہ حق والوں کے حق سے ہلکا ہو اگر عمر بھر بھی محنت و مشقت کریگا ہر گز ہر گز اللہ تک نہ پہونچے گا۔ پھر توبہ کرنے کے ساتھ یہ بھی ارادہ رکھے کہ اللہ و رسول کا

عہ اس درجہ کا نام ولایت عامہ ہے اور یہ درجہ ولایت کا ہر مسلمان متقی کو حاصل ہوتا ہی ۱۲ لطف

عہ اس درجہ کا نام ولایت خاصہ ہے اور یہ درجہ ولایت کا صرف بزرگوں ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ ۱۲

سہ اسی کو نسبت کہتے ہیں۔ ۱۲ عہ ان تینوں کتابوں کے ملنے کا پتہ کتبخانہ امداد الغربا سہارنپور

حکم ماننے میں چاہے جتنی اپنے کو تکلیف ہو اور چاہے جتنا بڑا مال کا یا جان کا نقصان ہو جاوے اور چاہے کوئی دنیوی فائدہ جاتا رہے۔ اور چاہے جتنی لوگ ملامت کریں، سب گوارا کریں گے، مگر اللہ اور رسول کی فرمانبرداری نہ چھوڑیں گے۔ اگر اتنی ہمت نہیں ہے تو وہ اللہ کا طالب نہیں۔ اللہ کے طالب کی تو یہ حالت ہوتی ہے ؏

اے دل آں بہ کہ خراب از مے گلگوں باشی + بے زر و گنج بصد حشمتِ قارون باشی

در رہِ منزلِ لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں + شرطِ اوّل قدم آنست کہ مجنوں باشی

مطلب ان شعروں کا یہ ہے کہ اے دل مصلحت یہ ہے کہ شراب محبت پیکر بیخود ہو جائے اور بے روپے پیسے کے قارون کی برابر امیر ہو کر رہے اور محبوب کے راستہ میں جسمیں جان کے بڑے بڑے خطرے ہیں اُس میں قدم رکھنے کی سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ تو دیوانہ ہو جاوے جب گناہوں سے پوری طرح توبہ کر لے اور یہ پکا ارادہ ہو جاوے کہ اب اللہ اور رسول کی فرمانبرداری نہ چھوڑیں گے تو اُس وقت دین کا علم ضرورت کے موافق سیکھے اور طریقہ علم دین سیکھنے کا پہلی ہدایت میں بیان ہو چکا ہے پھر پیر کامل کی تلاش میں لگے، جس کی پہچان آگے آتی ہے +

ہدایت تیسری۔ پیر کامل وہ ہے جس میں یہ باتیں موجود ہوں (۱) ضرورت کے موافق دین کا علم اُس کو ہو۔ (۲) عقیدے اور عمل اور عادتیں اُسکی شرع کیموافق ہوں (۳) دُنیا کی حرص نہ رکھتا ہو۔ کامل ہونے کا دعوے نہ کرتا ہو کہ یہ بھی دنیا کی ایک شاخ ہے (۴) کسی کامل پیر کے پاس کچھ دنوں تک رہا ہو۔ (۵) اُس کے زمانہ میں جو عالم اور درویش منصف مزاج ہوں وہ اُس کو اچھا سمجھتے ہوں (۶) عام لوگوں کی نسبت خاص لوگ یعنی جو لوگ سمجھدار اور دیندار ہیں وہ اس کے زیادہ معتقد ہوں۔ (۷) اُس کے جو مرید ہیں اُن میں اکثر کا یہ حال ہو کہ شرع کے پابند ہوں اور دُنیا کی طمع اُن کو نہ ہو (۸) وہ پیر اپنے مریدوں کی تعلیم جی سے کرتا ہو اور چاہتا ہو کہ یہ درست ہو جاویں اور اگر مریدوں کی کوئی بُری بات دیکھتا ہو یا سُنتا ہو تو اُن کو روک ٹوک کرتا ہو یہ نہ ہو کہ ہر ایک کو اُسکی مرضی پر چھوڑ دے (۹) اُس کے پاس چند روز بیٹھنے

سے دُنیا کی محبت میں کمی اور اللہ کی محبت میں زیادتی معلوم ہوتی ہو (۱۰) خود بھی وہ ذکر و شغل کرتا ہو۔ کیونکہ بدون عمل کے یا بدون عمل کے پختہ ارادہ کئے ہوئے تعلیم میں فائدہ نہیں ہوتا جس شخص میں یہ نشانیاں موجود ہوں پھر یہ نہ دیکھے کہ اس سے کوئی کرامت بھی ہوتی ہے یا نہیں یا پوشیدہ یا آئندہ ہونیوالی باتیں اس کو معلوم ہوتی ہیں یا نہیں۔ یا یہ جو دعا کرتا ہے وہ قبول ہو جاتی ہے یا نہیں یا یہ اپنی باطنی قوت سے کچھ کام کر دیتا ہے یا نہیں کیونکہ یہ باتیں پیر یا ولی کے لئے ہونا ضروری نہیں۔ اسی طرح یہ نہ دیکھے کہ اس کی توجہ سے لوگ تڑپنے لگتے ہیں یا نہیں۔ کیونکہ یہ بزرگی کے لئے ضروری نہیں۔ اصل میں اس قسم کا اثر نفس کے متعلق ہے۔ جو مشق کرنے سے بڑھ جاتا ہے۔ جو شخص پرہیزگار بھی نہیں بلکہ جو مسلمان بھی نہیں وہ بھی کر سکتا ہے، اور اس توجہ دینے سے کچھ زیادہ نفع بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ توجہ کا اثر باقی نہیں رہا کرتا بس توجہ کا اتنا فائدہ ہے کہ جو مرید ایسا ہو کہ اس میں ذکر کا اثر بالکل پیدا نہ ہوتا ہو تو اگر پیر چند روز تک توجہ دے تو اس میں توجہ دینے سے ذکر کا اثر ہونے لگتا ہے۔ یہ نہیں کہ خواہ مخواہ لوٹ پوٹ ہی ہو جاوے۔

ہدایت چوتھی۔ جب پیر کامل ملجاوے اور اس سے مرید ہونے کا ارادہ کرے تو پہلے یہ سمجھ لے کہ مرید ہونے سے غرض کیا ہے۔ کیونکہ مرید ہونے میں لوگوں کی بہت سی غرضیں ہوتی ہیں۔ کوئی تو یہ چاہتا ہے کہ ہم کرامت والے ہو جاویں اور ہمکو کشف سے وہ باتیں معلوم ہونے لگیں جو اوروں کو معلوم نہیں ہوتی ہیں۔ سو تیسری ہدایت میں ابھی تمکو معلوم ہو چکا ہے کہ خود پیر ہی میں یہ ہونا ضروری نہیں کہ اس سے کرامتیں ہوں یا اس کو کشف سے ایسی باتیں معلوم ہو جایا کریں۔ جو اوروں کو معلوم نہیں ہوتی ہیں تو بیچارہ مرید اس کی کیا ہوس کرے گا۔ کوئی یہ سمجھتا ہے کہ مرید ہونے سے پیر صاحب بخشش کے ذمہ دار ہو جاویں گے۔ قیامت میں دوزخ میں نہ جانے دیں گے۔ خواہ کیسے ہی برے کام کرتے رہو یہ بھی محض غلط ہے۔ خود جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا یا فاطمۃ انقذی نفسک من النار اے فاطمہ اپنے کو دوزخ سے

بجا لاؤ یعنی عمل کرو۔ کوئی یہ سمجھتا ہے کہ پیر صاحب ایک نگاہ میں کامل کر دیں گے۔ ہمکو نہ محنت کرنا پڑے گی نہ گناہ چھوڑنے کا ارادہ کرنا پڑیگا۔ اگر اسی طرح کام بنجاتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو کچھ بھی نہ کرنا پڑتا۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کون زیادہ کامل ہوگا گو کہیں بطور کرامت کے ایسا بھی ہو گیا ہے۔ کہ کسی بزرگ نے ایک نگاہ میں کامل کر دیا۔ لیکن کرامت کیلئے یہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ ہوا کرے اور نہ یہ ضروری ہے کہ ہر ولی سے کرامت ہوا کرے۔ اس بھروسہ پر رہنا بڑی غلطی کی بات ہے۔ کوئی یہ چاہتا ہے کہ خوب جوش و خروش و شورش و مستی پیدا ہو خوب نعرے لگایا کریں۔ گناہ آپ سے آپ چھوٹ جاویں گناہ کی خواہش ہی مٹ جاوے نیک کاموں کا ارادہ ہی نہ کرنا پڑے۔ آپ سے آپ ہو جایا کریں۔ دل کے وسوسے اور خطرے سب مٹ جاویں۔ بس ایک بے خبری کی کیفیت رہا کرے۔ یہ خیال پہلے سب خیالوں سے اچھا سمجھا جاتا ہے۔ لیکن سبب اس کا بھی ناواقفیت ہے یہ سب باتیں کیفیات اور حالات کہلاتی ہیں اور حالات کا پیدا ہونا آدمی کے اختیار سے باہر ہے اور حالات اگرچہ بہت عمدہ چیز ہیں۔ مگر مقصود نہیں مقصود وہی چیز ہو سکتی ہے جس کا حاصل کرنا اختیار میں ہو۔ غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اس قسم کی خواہشوں میں نفس کا چھپا ہوا کہ ہے وہ یہ کہ نفس آرام اور مزہ اور ناموری کو چاہتا ہے، ان کیفیتوں میں یہ سب باتیں حاصل ہیں جو شخص اللہ کی رضامندی کا طالب ہوگا۔ جسکے متعلق آگے بیان آتا ہے کہ درویشی سے مقصود یہی اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے ایسے شخص کو ان خواہشوں سے کیا تعلق وہ تو اپنی حالت ایسی رکھیگا جیسے گویا یوں کہہ رہا ہے ؎

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب

کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے

یعنی جسکو تم فراق سمجھتے ہو اور جسکو وصال سمجھتے ہو یہ دونوں برابر ہیں۔ اصل چیز اس کی رضامندی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اللہ کے سوا دوسری چیز چاہنا افسوس کے قابل بات ہے ؎

روزہا گر رفت گو رو باک نیست
تو بماں اے آنکہ جز تو پاک نیست

یعنی کیفیتیں اور حالات اگر جاتے رہے تو کوئی افسوس کی بات نہیں اللہ کا تعلق رہنا چاہیے جس کی برابر کوئی چیز پاک نہیں ۔

بس زبوں وسوسہ باشی دلا
گر طرب را باز دانی از بلا

یعنی اے دل تو ابھی خیال فاسد ہی میں مغلوب ہے، اگر تو راحت اور مصیبت میں فرق سمجھے۔ پھر یہ کہ ایسا شخص دو قسم کی خرابیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے کیونکہ یہ کیفیتیں یا حاصل ہوں گی۔ اگر حاصل ہو گئیں تب تو بوجہ اس کے کہ یہ شخص اسی کو درویشی سمجھتا تھا، اپنے کو کامل سمجھنے لگتا ہے۔ اور ان ہی کیفیات پر بس کر کے پرہیزگاری اور عبادات سے بے فکر ہو جاتا ہے۔ اور عبادات کی ضرورت اپنے لئے نہیں سمجھتا ہے۔ یا کم سے کم عبادات کو بیقدر ضرور سمجھنے لگتا ہے۔ اور اگر حاصل نہ ہوئیں تو غم میں مرنے گھلنے لگتا ہے۔ اور کچھ اسی کی خصوصیت نہیں بلکہ جو شخص بھی ایسی باتوں کی خواہش کریگا جو اختیار سے باہر ہیں غم اور پریشانی میں مبتلا رہیگا۔ کوئی سمجھتا ہے کہ پیر صاحب کے پاس عمل بڑے بڑے اچھے ہیں جب ضرورت ہو گی اُن سے تعویذ گنڈے لے لیا کریں گے۔ یا پیر صاحب کی دُعا بہت قبول ہوتی ہے۔ مقدموں میں اور دنیا کی ضرورتوں میں اُن سے دعا کرایا کریں گے، اور سب کام ہماری مرضی کیموافق ہو جایا کریں گے۔ گویا ساری خدائی پیر صاحب کے قبضہ میں ہے یا ہم اُن سے ایسی چیز سیکھ لیں گے کہ ہم بھی برکت والے ہو جاوینگے کہ ہمارے دم کر دینے اور ہاتھ پھیر دینے سے بیمار اچھے ہو جاویں گے بلکہ ایسے لوگ بزرگی ان ہی عملوں کو اور اُن کے اثر کو سمجھتے ہیں۔ چونکہ ان عملوں کو بزرگی سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ نیت بالکل دنیا ہی کا چاہنا ہے۔ اس لئے غلطی در غلطی ہے۔ کوئی یہ سمجھتا ہے کہ ذکر و شغل کرتے سے یہ فائدہ ہے کہ کچھ روشنی دکھائی پڑے گی یا کوئی آواز سُنائی دیگی۔ یہ بھی بالکل غلط خیال اور

نا سمجھی ہے۔ کیونکہ اول تو یہ ضروری نہیں کہ ذکر اور شغل کرنے سے روشنی معلوم ہو یا آواز سُنائی دے اور نہ ذکر و شغل کرنے سے روشنی وغیرہ کا دکھلائی پڑنا مقصود ہے۔ دوسرے ذکر و شغل میں جو روشنی نظر آوے یا جو رنگ دکھلائی دے یا جو آواز سُنائی دے بعض دفعہ یہ ذکر و شغل کرنے والے کے دماغ کا فعل ہوتا ہے۔ غیب کی کوئی چیز نہیں ہوتی، تیسرے اگر مان بھی لیا جاوے کہ غیب کی چیز دکھلائی پڑی یا غیب کی آواز سُنائی پڑی تو اس سے کیا فائدہ ہوا غیب کی چیز معلوم ہو جانے سے اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل نہیں ہو جاتی۔ اللہ تعالیٰ کی نزدیکی تو اس کی عبادت اور فرمانبرداری سے حاصل ہوتی ہے۔ بعض دفعہ شیطانوں کو فرشتے دکھائی دیتے ہیں۔ مگر وہ شیطان کے شیطان ہی رہتے ہیں۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ مرنے کے بعد کافروں کو غیب کی بہت سی باتیں معلوم ہو جاویں گی تو جو بات کافر کو بھی معلوم ہو جاوے۔ اگر وہ بات حاصل ہو گئی تو کیا کمال ہو گیا جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ جتنی باتیں مذکور ہوئیں مقصود درویشی سے ان میں سے کسی کا حاصل ہونا بھی نہیں۔ اس لئے ان سب خیالوں کو دل سے نکالکر اصلی غرض اور مقصود درویشی سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو سمجھے جس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سب حکموں کو بجالاوے اور ذکر پابندی سے کرے۔ پیر یہی بتلاتا ہے، اور مرید اسی پر عمل کرتا ہے اگرچہ[1] کوئی کیفیت معلوم نہ ہو اور نہ کوئی کمال اس کے خیال میں حاصل ہو۔ تب بھی آخرت میں ذکر اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کے بجالانے کا فائدہ کہ

[1] اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ جتنے دین کے کام ہیں۔ سب سے غرض اور مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ خوش ہو اور دوزخ سے نجات ہو اور جنت نصیب ہو پھر بھی کوئی یہ نہیں کہتا کہ چاہے کوئی فائدہ حاصل ہو یا نہ ہو مقصود تو رضاء الٰہی ہے وہ آخرت میں حاصل ہو گی مثلاً علم پڑھنے سے غرض یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہو کوئی دنیوی فائدہ مقصود نہیں لیکن اگر کتاب سمجھ میں نہ آوے اور لیاقت نہ پیدا ہو تو طالبعلم سے یہ نہیں کہا جاتا کہ مقصود تو رضاء الٰہی ہے چاہے کتاب سمجھ میں آوے چاہے نہ آوے لیاقت پیدا ہو یا نہ ہو آخرت میں اس کا ثمرہ ضرور ملیگا یعنی اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہو گی۔ اسی طرح مقصود درویشی سے یہ ہے کہ دُنیا کی محبت دل سے دور ہو اور اللہ کی یاد دل میں پیدا ہو اور اللہ کی یاد حاصل کرنے سے غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہو جنت نصیب ہو دوزخ سے نجات ہو تو (بقیہ صفحہ آئندہ)

وہ اللہ تعالےٰ کی رضامندی ہے ظاہر ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی سے جنت میں داخل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا دوزخ سے بچے گا۔ اور حقیقت پیری مریدی کی یہی ہے۔ کہ پیر وعدہ کرتا ہے ذکر اور اللہ کے حکموں کو بتلانے کا اور مرید اقرار کرتا ہے کہ پیر جو بتلاوے گا۔ اس پر عمل ضرور کرے گا اور اگرچہ پیر کی طرف سے یہ تعلیم اور مرید کی طرف سے پیر کے بتلائے ہوئے پر عمل بدون اُس خاص طریقہ کے بھی ہوسکتا ہے کہ جس طریقہ سے مرید ہونے کا دستور ہے۔ لیکن اس خاص طریقہ سے مرید ہونے میں یہ خاصیت ہے کہ پیر کی توجہ مرید پر زیادہ ہوجاتی ہے۔ اور مرید کو پیر کا کہنا ماننے کا زیادہ خیال ہوجاتا ہے۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ ایک ہی پیر کرے اور اپنے پیر کو اس زمانہ کے سب بزرگوں سے اچھا سمجھے اس کی مصلحت فقط یہی ہے کہ اس صورت میں دونوں طرف سے تعلق بڑھ جاتا ہے۔ رہا ہاتھ میں ہاتھ لینا یا کوئی کپڑا وغیرہ عورت

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کہ اگرچہ کوئی کیفیت معلوم نہ ہو اور نہ کوئی کمال اسکے زعم میں حاصل ہو تب بھی آخرت میں ذکر اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کے بجا لانیکا فائدہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے ظاہر ہوگا الخ جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ اس عبارت کا یہ مطلب نہیں کہ غفلت چاہے دور ہو یا چاہے دور نہو اور اللہ کی یاد جسکو صوفی لوگ نسبت کہتے ہیں چاہے حاصل ہو جاوے چاہے حاصل نہ ہو مگر سمجھے کہ مقصود حاصل ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی یاد حاصل ہونیکے بعد امور مذکورہ میں سے کسی امر کو مقصود نہ سمجھے بلکہ اللہ کی یاد وغیرہ سے اللہ کی رضامندی کو مقصود جانے جس طرح علم سے مقصود رضامندی اللہ کی ہے کوئی اور چیز دنیوی کا حاصل ہونا مقصود نہیں کیونکہ اللہ کی یاد کا حاصل کرنا تو خود درویشی کا ایک جزو ہے جیسا کہ شروع کتاب میں کہا گیا ہے اور دوسرا درجہ یہ ہے کہ ان کو وہ باتوں کے ساتھ نفل عبادتوں میں اور ہر دم خدا کی یاد میں بھی رہے کسی دم غافل نہ ہو اور آگے بھی ہدایت میں آویگا اور اگر ایک مدت تک ذکر کرنے سے دل میں یکسوئی پیدا نہ ہو تو مناسب ہے کہ کوئی شغل بھی کرلیا جاوے اور اسی ہدایت میں ہے کہ جب تک اس شخص کو جو کلام کر رہا ہے کسی قدر مضبوطی کیساتھ نسبت باطنی حاصل نہ ہوجاوے اُس وقت تک لوگوں کو نفع پہنچانے میں مشغول نہ ہو۔ ان عبارتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ مطلب نہیں جو شبہ کرنیوالے نے سمجھا ہے ۱۲ لطف اور ان کیفیتوں کا حاصل نہ ہونا بعض کے اعتبار سے ہے ورنہ اکثر تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہی ہوتا ہے اور شاید ہی کوئی باوجود محنت و مشقت کے محروم رہتا ہو چنانچہ اسی ہدایت میں ہے اگر اللہ تعالےٰ کو منظور ہوگا تو اسکے دل میں عجیب عجیب طرح کے علم اور معرفت کی باتیں جنکے بارہ میں مولانا رومی فرماتے ہیں پیدا ہونگے الیٰ قولہ اور ان باتوں کو حالات کہتے ہیں ۱۲ لطف

کو پکڑا دینا۔ جبکہ وہ پاس ہو یہ بزرگوں کی ایک نیاب رسم ہے اس اقرار کی مضبوطی کے واسطے جو کہ پیر اور مرید میں ہوتا ہے باقی یہ اقرار دونوں طرف سے بدون اس کے بھی ہو سکتا ہے۔ اسی وجہ سے جو شخص دور سے مرید ہونا چاہے اُس کو بدون ہاتھ پر ہاتھ رکھے مرید کر لیتے ہیں۔ اور حدیثوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ میں ہاتھ دینے کا طریقہ اچھا ہی چنانچہ حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جب بیعت فرماتے تھے تو مردوں کا ہاتھ اپنے دست مبارک سے پکڑ کر بیعت فرماتے تھے۔ اور کپڑے وغیرہ کو پکڑا دینا یہ بجائے ہاتھ پکڑنے کے ہے ؁

ہدایت پانچویں - جب تم کو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ درویشی کا راستہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کو پوری طرح سے بجالاوے اور فائدہ اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہو اس سے یہ بھی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ یہ طریقہ شریعت کے خلاف نہیں ہے۔ پس یہ جو جاہل لوگ کہتے ہیں کہ شریعت اور ہے اور طریقت اور ہے اور مطلب اس کا یہ لیتے ہیں کہ شریعت طریقت کے خلاف ہے۔ یہ بالکل غلط اور گمراہی ہے اور اگر کسی معتبر بزرگ کی عبارت سے اس کا دھوکہ اور شبہ ہوتا ہو تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اور ہونے کے دو مطلب ہیں ایک مطلب تو اور ہونے کا یہ ہے کہ یہ چیزیں دو ہیں ایک نہیں۔ دوسرا مطلب اور ہونے کا یہ ہوتا ہے کہ ایک چیز دوسری چیز کے خلاف ہے۔ جیسے کہ کہا جاوے اسلام اور ہے اور کفر اور ہے اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اسلام کفر کے اور کفر اسلام کے خلاف ہے یعنی ایک چیز کو اگر اسلام کا قانون حرام بتلاتا ہے۔ تو مذہب کفر اُس کو حلال کہتا ہے اور مذہب کفر میں اگر ایک چیز حرام ہے تو اسلام میں وہ چیز حلال برخلاف اس کے اسلامی احکام جو بہت سے ہیں وہ ایسی ہیں ان معنی کے اعتبار سے الگ الگ نہیں۔ البتہ اس معنی کے اعتبار سے الگ الگ ہیں کہ وہ سب احکام ایک نہیں بلکہ کئی ہیں۔ مثلاً نماز کے احکام اور ہیں، اور زکوٰۃ کے احکام اور ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہے کہ ایک چیز کو نماز کے بیان میں جائز لکھا ہو اور زکوٰۃ کے بیان میں ناجائز یا اس کا الٹا ہو کہ نماز کے بیان میں ایک چیز کو حرام لکھا

اور زکوٰۃ کے بیان میں اُسکو حلال کہا ہو۔ پس شریعت اور طریقت کو اور کہنا یہہ مطلب لیکر کہ ایک دوسرے کے خلاف ہے تو سراسر بددینی اور گمراہی ہے جیسا کہ بعض جاہل سمجھتے ہیں۔ کہ فلاں بات اگرچہ شریعت میں ناجائز ہے مگر فقیری میں جائز ہے۔ نعوذ باللہ منہ البتہ اور کہنا اس مطلب سے کہ شریعت اور طریقت دو چیزیں ہیں۔ یہ ایک صورت سے صحیح ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہ شریعت خاص اُن حکموں کو کہا جاوے جو بدن کے ظاہری اعضا یعنی ہاتھ زبان کان وغیرہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ جیسے نماز روزہ وغیرہ۔ اور طریقت خاص اُن حکمون کو کہا جاوے جو دل سے تعلق رکھتے ہیں جیسے صبر، شکر، توکل، محبت الٰہی تو اس صورت میں یہ طریقت کا اپنے سمجھنے کی لئے ایک نیا نام ہوگا۔ اور ایسا نام رکھنے کا ہر شخص کو اختیار ہے یہ کوئی جھگڑے کی بات نہیں اب کنز۔ وہدایہ وغیرہ جو فقہ کی کتابیں ہیں اُن میں جو مسئلے لکھے ہیں اُنکو شریعت کے مسئلے اور احیاء العلوم اور عوارف المعارف وغیرہ جنمیں درویشی کی باتیں لکھی ہیں اُنکو تصوف اور طریقت کے مسئلے کہنا صحیح ہوگا اور ان دونوں قسم کی کتابوں میں وہی فرق ہوگا جو نماز کے مسئلوں اور زکوٰۃ کے مسئلوں میں فرق ہے۔ سو اس معنی کے اعتبار سے شریعت و طریقت کے الگ الگ اور اور ہونے کا کسی کو انکار نہیں ہے۔ انکار تو اس بات کا ہے کہ طریقت کی باتیں شریعت کے حکموں کے خلاف مانی جائیں۔ اور اگر شریعت کے ایسے معنی لئے جاویں جس کے اعتبار سے اُس میں سب احکام داخل ہوں چنانچہ فقہ کے معنی عالموں نے ایسے ہی بیان کئے ہیں جو سب ظاہری اور باطنی حکموں میں شامل ہیں یعنی یہ کہا ہے کہ فقہ اُن سب باتوں کے جاننے کا نام ہے جن کے کرنے سے آخرت میں ثواب ہو یا عذاب اور طریقت اور تصوف کے ایک معنی کہے جاویں جس کا بیان ہدایت اوّل میں آچکا ہے کہ درویشی سب حکموں کو بجا لانا ہے۔ چاہے ظاہری حکم ہوں مثل نماز روزہ کے اور چاہے باطنی حکم ہوں مثل صبر و شکر و غیرہ کے تو دونوں کو الگ الگ کہنا کسی طرح صحیح نہیں کیونکہ شریعت اور طریقت کے ایک ہی معنی ہوئے صرف ایک چیز کے نام دو ہوگئے

اور جس نے یہ کہا ہے کہ ع

در کنز و ہدایہ نتواں یافت خدا را

یعنی کنز و ہدایہ فقہ کی کتابوں سے اللہ نہیں ملسکتا اُس کا کہنا اُس پہلے معنی کی بناپر ہے کہ شریعت احکام ظاہری کو اور طریقت احکام باطنی کو جو دل سے متعلق ہیں اُن کو کہا جاوے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ جو خدا کے احکام دل کی درستی کے لئے ہیں وہ اِن کی کتابوں میں نہیں ہیں +

ہدایت چھٹی - جبکہ مرید موافق ہدایت چوتھی اور ہدایت پانچویں کے اپنی نیت درست کر لے تو اُس کو چاہیئے کہ اگر مرید ہونے کے بعد فرصت ملے تو چند دن اپنے پیر کے پاس رہے اور اگر اس کی نوبت نہ آوے تو دور ہی سے اُس کی تعلیم پر عمل کرے بلکہ اگر مرید ہونے کے لئے بھی پیر کی خدمت میں نہ پہنچ سکے تو جہاں ہو وہیں سے بذریعہ خط کے یا کسی معتبر آدمی کے واسطے سے مرید ہو سکتا ہے - حاضر ہونے کی ضرورت نہیں - اور طریقہ تعلیم کا ہر پیر کا جدا ہے اُن سب طریقوں کو اس کتاب میں لکھنے کی ضرورت نہیں ہے ایک چھوٹا سا دستور العمل لکھے دیتا ہوں جو بوجہ اسکے کہ انتہا درجہ کا اُس میں نفع ہے اس قابل ہے کہ اُس کو عطر تصوف کہا جاوے اور یہ طریقہ بہت خاک چھان کر ہاتھ لگا ہے - اور اصلی سبب اس کتاب کے لکھنے کا اسی طریقہ کو بیان کرنا ہے -

یہ دستور العمل سب راہ درویشی کے چلنے والوں کے لئے بھی ہے جب تک وہ اپنے پیر تک نہ پہنچیں - اور جو میرے دوست ہیں اُن کے لئے ہمیشہ کے عمل کرنیکے لئے ہے - اور اللہ تعالیٰ سے قوی اُمید رکھتا ہوں کہ اس دستور العمل کے موافق عمل کرنے والا محروم نہ رہے گا - پھر اگر کوئی شخص اس دستور العمل پر عمل کرے اور اُس کا پیر اسی دستور العمل کو پسند کرے اور اجازت دیدے تب تو قصہ آسان ہوا - اور اگر اس کے وظیفوں میں اور جو ذکر و شغل اِس میں لکھے ہیں اُن میں کچھ کمی بیشی کرے یا اس کے علاوہ اور کچھ بتلاوے تو جیسا وہ کہے ویسا کرے - البتہ اس دستور العمل میں جو ضروری

باتیں شروع میں لکھی ہوئی ہیں اُن میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی ہے وہ ویسی ہی رہیں گی۔ اب سمجھنا چاہیئے کہ خلاصہ اس دستور العمل کا یہ ہے کہ اس راہ کا چلنے والا یا عامی ہے یعنی عالم نہیں یا عالم ہے اور ہر ایک ان میں سے یا کمانے اور بیوی بچوں کے حقوق کے ادا کرنے سے بیفکر ہوگا۔ یا بیوی بچوں کے حقوق کے ادا کرنے اور کمانے کی فکر میں لگا ہوگا۔ یہ کل چار قسمیں درویشی کی راہ چلنے والوں کی ہیں۔ ایک وہ عامی جو کمانے اور بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنے سے بے فکر ہے۔ دوسرا وہ عامی جو کہ کمانے اور بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنے کی فکر میں لگا ہوا ہے۔ تیسرا وہ عالم جو دنیا کے کاموں سے خالی ہے چوتھا وہ عالم جو روزگار کے کام میں لگا ہوا ہے۔ ہر ایک کیلئے ایک ایک دستور العمل ہے ÷

دستور العمل اُس شخص کا جو عالم نہیں اور دُنیا کے کام سے بیفکر نہیں ہے

یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے عقیدے ٹھیک کرے اور ضروری مسئلے سیکھے اور بہت اہتمام سے ان مسئلوں کی پابندی کرے اور جو کسی نئے مسئلہ کی ضرورت پڑے کسی عالم سے پوچھ لے۔ اور اگر پیر اُس کا عالم ہے تو وہ سب سے بہتر ہے۔ جو کچھ ضرورت ہو اُس سے پوچھ لے اور اگر ہو سکے تو تہجد اخیر رات میں پڑھے۔ ورنہ عشاء کے بعد ہی وتر سے پہلے کچھ نفلیں تہجد کی جگہ پڑھ لیا کرے۔ اور بعد پانچوں نمازوں کے اور اگر پانچوں نمازوں کے بعد چھٹی نہ ہو تو جن نمازوں کے بعد چھٹی ہو سبحان اللہ سو بار اور لا الہ الا اللہ سو بار اور اللہ اکبر سو بار اور سوتے وقت اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ سو بار پڑھا کرے اور ہر وقت اُٹھتے بیٹھتے درود شریف پڑھتا رہے۔ اس میں وضو اور کسی گنتی کی ضرورت نہیں ہے، وضو اور بے وضو ہر حال میں درود شریف پڑھا کرے۔ لیکن تسبیح ہر وقت ہاتھ میں لئے نہ پھرے[1]۔ اور اگر قرآن پڑھا ہوا ہو تو روزانہ کسی قدر قرآن شریف کی تلاوت بھی کر لیا کرے اور اس کتاب کے اخیر میں جو مردوں اور عورتوں کو نصیحتیں لکھی ہوئی ہیں اُن کو کبھی کبھی دیکھ لیا کرے اور

[1] یعنی بلا ضرورت لیکن اگر بدون تسبیح ہاتھ میں لئے ذکر کرنا یاد نہ رہے تو تسبیح لینے کا مضائقہ نہیں ۱۲ منہ

ان پر عمل کرے اور کبھی کبھی اپنے پیر کے پاس یا اور کوئی بزرگ اگر ایسے موجود ہوں جو پرہیزگار ہوں اور عقیدے اُن کے اچھے ہوں اُن کے پاس جا بیٹھا کرے۔ لیکن پیر کے پاس جانے میں اس کی پابندی نہ کرے کہ کچھ نہ کچھ لیکر ہی جانا چاہیئے یہ تکلف سچی محبت کے خلاف ہے، اور باقی جو وقت بچے بال بچوں کے لیئے حلال روزی تلاش کرنے میں لگا رہے کہ بال بچوں کیلیئے کمانا بھی عبادت ہے۔ اور اگر یہ عامی عورت ہے تو جو وقت بچے اُسمیں گھر کا کاروبار خاص کر اپنے شوہر کی خدمت کرنا اُس کیلیئے عبادت ہے اس کام میں لگی رہے۔ مگر عورت بدون اپنے شوہر کی اجازت کے پیر کے یہاں نہ جاوے۔ اور جن دنوں میں حیض آوے ان دنوں میں بھی وظیفوں کے وقت میں وضو کر کے وظیفے پڑھ لیا کرے، سوائے قرآن مجید کے کہ اُس کا پڑھنا اس حالت میں درست نہیں +

دستور العمل اُس شخص کا جو عالم نہ ہو اور دنیا کے کام سے بے فکر ہے

اس شخص کا دستور العمل وہی ہے جو پہلے شخص کے لئے بیان کیا گیا مگر اتنی باتیں اور زیادہ ہیں وہ یہ کہ اگر ہو سکے تو پیر کے پاس جا پڑے۔ لیکن اپنے کھانے پینے کی فکر ایسے طریقے سے کرے کہ کسی دوسرے پر اس کا بوجھ نہ پڑے اور اگر کوئی سامان ظاہری کھانے پینے کا نہ ہو تو اتنا ضرور ہونا چاہیئے کہ دوسرے کے بھروسہ پر نہ رہے یا تو کچھ مزدوری کر لے اور اگر ہمت ہو تو اللہ پر بھروسہ کرے۔ ملجاوے کھالے نہ ملے صبر کرے اور اگر پیر کے پاس نہ رہ سکے تو اپنے وطن میں رہے۔ خواہ گھر میں یا کسی مسجد میں مگر جہاں تک ہو سکے آدمیوں سے الگ رہے کسی کے پاس زیادہ آوے جاوے نہیں جب تک کوئی دنیا یا دین کا کام نہ ہو میل جول نہ کرے۔ اور جب کسی ضرورت سے ملنا ہو تو زبان کا بہت خیال رکھے کوئی بات ایسی جو شرع میں منع ہو جیسے کسی کو پیٹھ پیچھے بُرا کہنا یا اور کوئی بات ایسی ہی منہ سے نہ نکلنے پاوے۔ لیکن نماز جماعت کے ساتھ پڑھے اور تنہائی میں جو وقت ضروری کام اور راحت و آرام سے بچے اُس میں یا قرآن شریف کی تلاوت کرے اور مناجات مقبول پڑھے یا نفلیں یا درود شریف یا استغفار پڑھتا رہے۔ اور اگر کچھ پڑھا ہو تو تھوڑے وقت میں دین کی کتابیں بھی جو اُردو فارسی میں ہیں کسی عالم کو دکھلا کر دیکھا کرے لیکن

جہاں سمجھ میں نہ آوے اپنی عقل سے اُس کا مطلب نہ بنائے کسی بڑے عالم سے پوچھے اور اگر اُس بستی میں کہیں طالب علم یا اللہ اللہ کرنے والے موجود ہوں تو ان کی خدمت کرنے میں اپنے وقت کا ایک بڑا حصہ خرچ کرے۔ اس سے دل میں نور بھی پیدا ہوتا ہے اور اپنی بڑائی بھی دل میں نہیں آتی۔ اور کبھی کبھی نفل روزہ بھی رکھ لیا کرے، باقی دونوں قسم کے آدمیوں کو جو کہ عالم نہ ہوں کوئی شغل نہ بتلانا چاہیے کیونکہ اسمیں بہت سی ایسی باتیں پیدا ہوتی ہیں کہ اُن سے خرابی کا ڈر ہے اور اُن کی سہار عالم کے سوا دوسرا آدمی نہیں کر سکتا ہے۔ البتہ اگر اُس میں شوق دیکھے اور قابل اسکے سمجھے تو ذکر اللہ اللہ کا تین ہزار سے چھ ہزار مرتبہ تک تنہائی میں بیٹھ کر پڑھنے کو بتلا دے مگر آواز اور ضرب کے ساتھ نہ ہو چپکے چپکے پڑھے۔ اس سے زیادہ مناسب نہیں۔ باقی دوسرے وظیفے اور نفلیں جسقدر جی چاہے پڑھے البتہ اگر وہ شخص جو عالم نہیں ہے عالموں کی صحبت میں رہنے سے مثل عالموں کے سمجھدار ہو گیا ہو وہ عالم کے مثل ہے اُسکو شغل بتلانے میں کچھ حرج نہیں ؛

دستور العمل۔ اُس عالم کا جو دینی یا دنیوی کام میں لگا ہو ؛

یہ ہے کہ جو وقت فرصت کا ہو اور دل فکر سے خالی ہو اور پیٹ نہ بھرا ہو نہ بھوک لگی ہو ایسے وقت کو مقرر کر کے اس میں بارہ ہزار سے لیکر چوبیس ہزار مرتبہ تک جتنا ہو سکے تنہائی میں بیٹھکر اللہ اللہ وضو کے ساتھ ہلکی آواز اور ہلکی ضرب کے ساتھ دل کو ذکر کی طرف لگا کر پڑھا کریں۔ اور تہجد کی پابندی کریں اور کسی وقت قرآن شریف کی تلاوت اور مناجات مقبول عربی یعنی قربات عند اللہ و صلوٰة الرسول کی ایک منزل روزانہ ہمیشہ پڑھا کریں۔ اور اگر مدرس ہیں تو بہتر ورنہ تھوڑا وقت علم دین پڑھنے والوں کے پڑھانے میں ضرور صرف کیا کریں اور کبھی کبھی جب ضرورت دیکھیں یا سننے والے شوق ظاہر کریں، ضروری مسئلوں کا وعظ بیان کر دیا کریں مگر وعظ میں جو باتیں ضروری نہ ہوں اُن کو بیان نہ کریں اور جو ضروری بات ہو اور عام لوگ اُس سے بھڑکتے ہوں اُس کو نہ تو گول گول کہیں اور نہ سختی سے کہیں بلکہ صاف کہیں لیکن نرمی کے ساتھ کہیں۔ اور وعظ کا عوض

نہ لیں نہ عام لوگوں کے زیادہ پیچھے پڑیں نہ اُن کو سخت کہیں کہ اس سے خواہ مخواہ عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور احیاء العلوم اور جو ایسی کتاب ہو دیکھا کریں۔ لیکن اپنے پیر سے دور رہکر شغل نہ کریں البتہ اگر تھوڑے دن پیر کے پاس رہکر یہ کام کیا ہو اور وہ اب بھی اسکو کرنے کو کہے تو کچھ حرج نہیں*

دستور العمل خاص اُس عالم کا جو کام میں لگا ہوا نہ ہو۔

اگرچہ یہ فرصت چند ہی دنوں کی ہو جس کی مدّت کم سے چھ مہینے ہے۔ یہ ہے کہ تھوڑے دن اپنے پیر کے پاس رہ کر ذکر کریں اور اُن کیلئے فقط اتنا ذکر کافی ہے کہ بعد تہجد کے بارہ تسبیح یعنی لا الٰہ الا اللہ دو سو بار اور الا اللہ چار سو بار اور اَللّٰہ اس طرح کہ پہلے لفظ اللہ میں پیش ہو اور دوسرے لفظ اللہ میں جزم چھ سو بار اور فقط اللہ سو بار یہ تیرہ تسبیحیں ہوئیں مگر نام ان کا بارہ تسبیح ہے ان کو تھوڑی آواز اور ہلکی ضرب سے کریں لیکن یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ زور سے ذکر کرنا اور ضرب لگانا خود کوئی ثواب[ف] کی بات نہیں ہے ایسا اعتقاد کرنا گناہ ہے اور حدیث میں جو آیا ہے اِرْبَعُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ اِنَّکُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَّلَا غَائِبًا۔ یعنی نرمی کرو تم اپنی جانوں پر کیونکہ تم نہ بہرے کو پکار رہے ہو اور نہ اس شخص کو جو دور ہے۔ یہ ممانعت میرے نزدیک اسی صورت میں ہے، جب ذکر زور سے اسی اعتقاد سے کرے۔ اور بعض عالموں نے اس حدیث کا مطلب یہ کہا ہے کہ اتنا چلّا کر ذکر نہ کرے جس سے لوگوں کو تکلیف پہونچے۔ مثلاً سونے والے پریشان ہوں۔ اور امام ابو حنیفہ نے جو زور سے ذکر کرنے کو منع کیا ہے اُس کی بھی یہی وجہیں ہیں جو بیان ہوئیں۔ ورنہ زور سے ذکر کرنا جائز ہے۔ حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نماز ختم ہونے کی یہ علامت تھی کہ لوگ زور زور سے اللہ اکبر اللہ اکبر کہتے تھے اور حدیث کی کتابوں میں وتر کے بعد سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ کہتے وقت آواز بلند کرنے کی حدیث موجود ہے اور فائدہ زور سے ذکر کرنے میں یہ ہے کہ اس میں وسوسے اور خیالات کم آتے ہیں کیونکہ اپنی آواز جو کان میں آتی رہتی ہے دِل آسانی سے اُدھر متوجہ

[ف] یعنی ذکر تو ثواب کی بات ہے مگر یہ قید کہ زور سے ہو اور ضرب سے ہو یہ کوئی ثواب نہیں۔ ۱۲ منہ

رہ سکتا ہے سو یہ فائدہ تھوڑی آواز سے ذکر کرنے میں بھی حاصل ہے۔ اسی طرح ضرب لگانے میں بھی ثواب نہیں ہے۔ اس میں بھی طب کے قاعدہ سے ایک فائدہ ہے وہ یہ کہ ضرب سے جو کہ ایک سخت جھٹکا ہے، دل میں گرمی پیدا ہوتی ہے اور گرمی سے دل نرم ہو جاتا ہے اور دل کی نرمی سے ذکر کا اثر ہوتا ہے اور ذکر کے اثر سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا خیال اور اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور یہ دونوں دین میں مقصود ہیں پس ضرب خود دین میں مقصود نہیں بلکہ جو باتیں مقصود ہیں جیسے محبت وہ اُن کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہے اور اُن کا ذریعہ بن جانے سے ذریعہ کے درجہ میں ضرب بھی مقصود ہو گئی۔ لیکن بہت زور سے ضرب لگانے میں خفقان ہو جانے کا ڈر ہے۔ اس لئے اوسط درجہ کی ضرب لگاوے اور اس سے زیادہ نہ بڑھاوے۔ ایک اور بات قابل سمجھنے کے ہے وہ یہ کہ تصوف کی کتابوں میں ذکر کرتے وقت گردن داہنے اور بائیں طرف لیجانے کو لکھا ہے سو جان لینا چاہیئے کہ پہلے زمانہ میں لوگ طاقت دار تھے اور دماغ اُن کے مضبوط تھے اس کی سہار کر لیتے تھے، بلکہ بوجہ طاقت دار ہونے کے بدون اس کے اُن میں ذکر کا اثر ہی نہیں ہوتا تھا اسلئے اُن کو اس کی ضرورت تھی کہ گردن کو داہنے طرف لیجا کر ضرب لگاویں تاکہ زور سے ضرب لگے اور اب لوگ کمزور ہیں ہلکی ضرب سے بھی دل میں اثر پیدا ہو جاتا ہے اس لیئے ایسا نہ کیا جاوے ورنہ دماغ کے خراب ہو جانے کا ڈر ہے بس اتنا ہی کافی ہے کہ لا الٰہ کے ساتھ سارے بدن کو آہستہ آہستہ داہنی طرف ذرا جھکا دیں اور الا اللہ کے ساتھ بائیں طرف لے آویں اور اتنی حرکت بھی صرف اِس لئے ہے کہ بدن کو ایک حالت پر رکھنے سے جی تنگ ہونے لگتا ہے بدن کے اتنا ہلانے سے ذرا آسانی ہو جاتی ہے ورنہ ضرورت اسکی بھی نہیں ہے اور پھر ضرب لگانے کے وقت گردن کو جھٹکا دینے کی بھی ضرورت نہیں بس اتنا کافی ہے کہ ضرب لگانے کے وقت جہاں سے الا کا ہمزہ یعنی الف نکلتا ہے اُس پر ذرا آواز کا زور ڈال دیا جاوے چونکہ سینہ اس آواز کے نکلنے کی جگہ سے یعنی حلق بھی قریب ہے اُس پر زور ڈالنے سے سینہ تک اثر پہونچ جاویگا۔ اسی طرح باقی ذکروں میں بھی ضرب تو اسی طرح لگاوے اور بدن کو حرکت دینا اس سے بھی کم کافی ہے یہ سارا بیان

بارہ تسبیح کا ہوا پھر ذکر بارہ تسبیح کرنے کے بعد اگر نیند کا زور ہو تو ذرا سو رہے اور اگر نیند نہ آوے
تو اُس کو اختیار ہے چاہے ان بارہ تسبیح کے ذکروں میں سے کسی ذکر کو اور زیادہ
کرلے یا کچھ نہ کرے خالی رہے۔ پھر بعد نماز صبح کے قرآن شریف کی تلاوت کرے اور
منزل مناجات مقبول پڑھے۔ اس کے بعد بارہ ہزار سے لیکر چوبیس ہزار بار تک
جسقدر آسانی سے ہوسکے اللہ عہ کا ذکر تھوڑی آواز اور اوسط درجہ کی ضرب سے
تنہائی میں بیٹھ کر کرے اور دوپہر کو ذرا سو رہے بعد ظہر کے اسی طرح اللہ اللہ کا ذکر کرے
بارہ ہزار سے چوبیس ہزار تک جتنا آسانی سے عصر کی نماز تک ہوسکے اور عصر کی نماز
کے بعد اگر پیر کو کچھ کام نہ ہو تو پیر کے پاس بیٹھا رہے اور اگر پیر کسی کام میں لگا ہو یا وہاں
موجود نہ ہو یا اُس کے دل میں زیادہ شوق پیر کے پاس بیٹھنے کا نہ ہو تو جنگل یا باغ نہر
ندی وغیرہ کی سیر کو چلا جاوے اگر پیر موجود ہو تو اُس سے پوچھ کر جاوے اور اسوقت
جب سیر کے لئے جاوے تو عام مسلمانوں کی قبروں اور اولیاء اللہ کے مزاروں کی
زیارت بھی کر لیا کرے پھر بعد مغرب کے گھنٹہ آدھ گھنٹہ جب تک جی لگے موت کا
اور موت کے بعد جو کچھ حساب کتاب ہونے والا ہے اُس کا مراقبہ کرے اور مراقبہ موت
کا یہ ہے کہ تنہائی میں بیٹھ کر یہ سوچے کہ مرنے کے بعد یہ باتیں ہوں گی۔ بلکہ ان باتوں کو
یہ خیال کرے کہ گویا اسی وقت یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنیسے
اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس مراقبہ سے دنیا سے نفرت پیدا ہوگی یہی محبت اور نفرت
اس کا کام بنا دینے کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ کافی ہوں گی اور باقی جو وقت بچے اسمیں
چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے درود شریف پڑھتا رہے یا اور جس ذکر میں جی لگتا ہو وہ ذکر
کیا کرے۔ پاس انفاس جو مشہور ہے اُس کا مطلب یہی ہے کہ کوئی دم اللہ کی یاد سے
خالی نہ جاوے چاہے جونسا ذکر ہو اور جو طریقہ اُس کا مشہور ہے خاص اُسی طریقہ سے
کرنا ضروری نہیں بلکہ وہ بھی ایک طریقہ ہے اُس کے طریقوں میں سے پھر اگر اس ذکر

عہ یہ دو مرتبہ ہوا اور آخر میں دونوں جگہ ہ پر جزم ہے اور بارہ تسبیح میں جو اللہ شیئ ہے وہ دوہری
ضرب کا ذکر ہے دو مرتبہ کہا جاتا ہے اور ایکبار گنا جاتا ہے۔ ۱۲ لطف ✣

کرنے کے وقت دیکھے کہ یکسوئی پیدا ہوتی ہے اور دن بدن[ع] بڑھتی جاوے اور خیالات کم آویں اور جی ذکر میں لگا کرے تب تو میرے نزدیک شغل کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہمیشہ پرہیزگاری کا خیال رکھنا اور یہ ذکر اور مراقبہ جس کا بیان ہوا ہمیشہ کرتے رہنا کافی ہے عمر بھر اسی کو کرتا رہے آخرت میں تو اس کا پھل یقیناً ملے گا اور اصلی وعدہ پھل ملنے کا آخرت ہی میں ہے۔ لیکن دنیا میں بھی اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تو اس کے دل میں عجیب عجیب طرح کے علم اور معرفت کی باتیں جن کے بارے میں مولانا رومی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بینی اندر خود علوم انبیاء

بے کتاب و بے معید و اوستا

یعنی تو اپنے اندر بدون کتاب اور بدون تقریر دہرانے والے اور بدون استاد کے ایسے ایسے علم دیکھے گا جو نبیوں کو ملے تھے۔ (گو اُن ہی کے طفیل میں یہ ملیں گے) اور نئی نئی کیفیتیں پیدا ہوں گی، کبھی ذوق شوق ہے، کبھی محبت[ع] وانس کی کیفیت ہے کبھی ہیبت ہے اور احکام شرعی کی حکمتیں ظاہر ہونگی اور اس کا برتاؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کا برتاؤ اُس کے ساتھ درست ہو جاویگا اور جو بات اس سے ایسی واقع ہوگی کہ اُس پر ہوشیار کرنے کی ضرورت ہے اُس پر ہوشیار کر دیا جاویگا اور معلوم ہو جایا کریگا کہ یہ بات مجھ سے اچھی واقع نہیں ہوئی۔ ان باتوں میں جو لذت ہے اُسکے سامنے سارے جہان کی بادشاہت بھی مٹی کی برابر ہے اور ان باتوں کو حالات کہتے ہیں چونکہ اول تو ہر شخص کو نئے حالات پیدا ہوتے ہیں اُن سب کا لکھنا مشکل ہے دوسرے بعض حالات یا اُن حالات کے متعلق علاج بہت نازک ہے اس لئے انکا لکھنا ممکن نہیں ہے ایسے وقت پیر کے پاس ہونا ضروری ہے وہی ان حالات کی حقیقت بیان کرتا ہے اور اگر حاجت ہوئی تو جو کچھ ذکر و شغل مرید کر رہا ہے اُس میں جو

[ع] یکسوئی کا پیدا ہونا کچھ کم نہیں یہ نسبت کا مقدمہ قریب ہے اور نسبت کی نسبت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں نسبت صوفیہ غنیمتے است عظمے ۱۲ [ع] درویشی میں جو کیفیتیں پیدا ہوتی ہیں یہ انکے نام ہیں لطف ۱۲

اُس کو مناسب ہوتا ہے تبدیلی کرتا ہے اور پیر کے پاس رہنے میں جو فائدے ہیں اُن میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے جو مذکور ہوا اور دوسرے اور بھی فائدے ہیں جو اس ہدایت کے آخر میں بیان ہوں گے۔ ان باتوں کے جاننے کو کشف الٰہی کہتے ہیں باقی کشف کونی (یعنی پوشیدہ چیزوں کا حال معلوم ہو جانا یا جو بات آگے چلکر ہونے والی ہے اُس کا ظاہر ہو جانا) کشف الٰہی کی برابر نہ اُس میں لذت ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل ہونے میں اس کی برابر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کشف الٰہی میں زیادہ تھے اور خضر علیہ السلام کشف کونی میں پھر ظاہر ہے کہ کس کا مرتبہ بڑھا ہوا ہے۔ رہی یہ بات کہ جب موسیٰ علیہ السلام کا مرتبہ بڑھا ہوا تھا تو اُن کو اللہ تعالیٰ نے خضر علیہ السلام کے پاس جانے کا کیوں حکم فرمایا سو حضرت خضر علیہ السلام کے پاس بھیجنے سے اس بات کا سکھلانا منظور تھا کہ باتوں میں بے دھڑک مُنہ سے کوئی بات نہ نکال دیا کریں سوچ سمجھ کر بات کہا کریں کیونکہ اُن سے کسی نے پوچھا تھا کہ اس وقت سب سے بڑا عالم کون ہے آپ نے فرمایا انا اعلم کہ سب سے بڑا عالم میں ہوں یہ آپ کا فرمانا اس اعتبار سے صحیح تھا کہ جو علم ضروری ہیں اُن کو سب سے زیادہ میں جانتا ہوں۔ لیکن بات آپ نے ایسی کہی تھی جس سے سننے والے کو دھوکا ہو سکتا تھا کہ ہر قسم کے علموں کے جاننے کا دعویٰ ہے۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ بات دکھلا دی کہ دیکھو کشف کونی میں حضرت خضر علیہ السلام تم سے زائد ہیں اگرچہ یہ کشف درجہ میں کشف الٰہی کی برابر نہ ہو مگر پھر بھی بلا قید یہ کہنا تو غلط ٹھہرا کہ میں سب سے زیادہ جانتا ہوں اس لیئے بات کرنے میں یہ کہدینا چاہیئے تھا کہ کشف کونی میں سب سے زیادہ نہیں ہوں اور جسکو کشف الٰہی ہوتا ہو اگر اس کے متعلق پیری مریدی کی خدمت اور مخلوق کی باطن کی اصلاح و درستی بھی ہو جائے تو وہ قطب الارشاد کہلاتا ہے اور کشف کونی والے کے متعلق اگر خلق کی دنیوی اصلاح و درستی ہو جائے تو وہ قطب التکوین کہلاتا ہے اور اگر ایک مدت تک ذکر کرنے سے دل میں یکسوئی پیدا نہ ہو تو مناسب ہے کہ کوئی شغل بھی کر لیا جاوے۔ اشغال بہت ہیں میرے نزدیک زیادہ نفع بخش اور آسان شغل انحد ہے اور اچھا وقت اس کا اخیر رات ہے بارہ تسبیح کے بعد لیکن دم روک کر نہ کرے۔ آج کل

اکثر اس سے دل و دماغ دونوں کمزور ہو جاتے ہیں فقط آنکھیں بند کرلے اور کانوں میں کلمہ کی انگلی دیکر ذرا زور سے بند کرے۔ اس سے کان میں ایک آواز ایسی پیدا ہوگی جس کی کوئی صدا ور انتہا نہ معلوم ہوگی۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اس شغل کو انحد عہ اسی وجہ سے کہتے ہیں کیوں کہ ان کے معنی ہندی زبان میں نہیں کے ہیں پس معنی انحد کے بیحد ہوئے اور اس آواز کی طرف دل سے دھیان رکھے اور زبان سے یا دل سے اللہ اللہ کہتا رہے تاکہ اتنا وقت غفلت میں نہ گزرے اس لئے کہ اس آواز کا دھیان رکھنا ذکر نہیں ہے کیونکہ یہ آواز نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کی صفت تو ہے نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کو دھوکا ہو گیا ہے۔ بلکہ عالم غیب میں سے کسی مخلوق کی بھی آواز نہیں صرف اسی شخص کے دماغ میں ہوا بند ہونے سے یہ آواز پیدا ہو گئی ہے اور اس کے سننے میں لذت آتی ہے بلکہ بعض دفعہ اس شغل میں ایسی آوازیں پیدا ہوتی ہیں کہ دل بے قابو ہو جاتا ہے اور شغل کرنے والا بے خود ہو جاتا ہے۔ اور قاعدہ کی بات ہے کہ جو چیز حواس مثلاً کان آنکھ وغیرہ سے معلوم ہو اور اس میں لذت بھی ہو اس کی طرف متوجہ ہونے سے اور خیالات جاتے رہتے ہیں تو اس سے عادت پڑ جاتی ہے ایک طرف متوجہ رہنے کی پھر جب ایک طرف توجہ کرنے کی عادت ہو جاتی ہے تو پھر اس شغل کو چھڑا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کا حکم کیا جاتا ہے۔ اور اول اول اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا دشوار تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ دکھلائی نہیں دیتے۔ اس بیان سے تمھاری سمجھ میں آگیا ہوگا کہ شغل خود مقصود نہیں ہے۔ البتہ مقصود حاصل ہونے کا ذریعہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کی یاد ہر دم رہنے میں اس سے مدد ملتی ہے۔ جیسا کہ بیان ہوا اس لئے اسکو بدعت نہیں کہہ سکتے کیونکہ جس بات کے حاصل کرنے کا شرع میں حکم ہے شغل اس کا ذریعہ ہے بلکہ غور کرنے سے شغل کی اصلیت حدیث سے بھی نکلتی ہے۔ چنانچہ نماز میں سجدہ کی جگہ پر نگاہ رکھنا سنت ہے اور فائدہ اس میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایک جگہ نگاہ رکھنے سے

عہ یہ اول تخمین سے لکھدیا تھا پھر تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ لفظ اصل میں انادی ہے جسکے معنی ہندی میں قدیم کے ہیں یہ شغل ماخوذ ہے شاغلان ہند سے انکا اعتقاد اس صورت کی متعلق قدیم ہونیکا تھا اسی نام میں تغیر ہو کر انحد مشہور ہو گیا لیکن یہ اعتقاد باطل ہے ۱۲ منہ

خیالات نہیں آتے ہیں۔ نماز کی طرف توجہ رہتی ہے۔ واللہ اعلم۔ اور جس طرح یہ آواز دماغ میں پیدا ہوتی ہے اسی طرح اور اشغال میں اور کبھی کبھی ذکر میں بھی طرح طرح کے رنگ کے نور جو نظر آنے لگتے ہیں وہ بھی اکثر دماغ ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ جو شغل نہ کرتا ہو اگر اسی طرح سے آنکھیں بند کر کے دیکھے تو اُس کو طرح طرح کے رنگ نظر آیا کرتے ہیں اس سے کبھی دہوکا نہ کھاوے اور ان چیزوں کی طرف ذرا توجہ نہ کرے۔ بلکہ اس سے بڑھکر غیب کی چیزیں بھی نظر آجاویں۔ چنانچہ بعض اوقات جب یکسوئی حاصل ہو جاتی ہے ایسا بھی ہو جاتا ہے۔ تب بھی ذرا اُس طرف متوجہ نہ ہو نہ اُس سے لذت لیوے۔ خواہ وہ چیزیں جو نظر آتی ہیں عالم دنیا کی ہوں یا عالم غیب کی کیونکہ یہ سب غیر اللہ ہیں بلکہ مطابق ارشاد حضرت پیر و مرشد علیہ الرحمۃ دنیا کی چیزوں سے قلب کا تعلق ہونا اللہ تعالیٰ سے اتنا دور نہیں کرتا۔ جتنا کہ عالم غیب کی چیزوں سے قلب کا تعلق ہونا اللہ تعالیٰ سے دُور کرتا ہے ؎ جو شخص اللہ تعالیٰ کا طالب ہو اُس کو چاہئے کہ ان سب کو دل سے نکال پھینکے اور ان شعروں کا مطلب خیال میں رکھنا چاہئے ؎

عشق آں شعلہ ست کو چوں برفروخت	ہر چہ جز معشوق باشد جملہ سوخت
تیغ لا در قتل غیر حق براند	در نگر آخر کہ بعد لا چہ ماند
ماند الا اللہ و باقی جملہ رفت	مرحبا اے عشق شرکت سوز زفت

مطلب ان شعروں کا یہ ہے کہ عشق الٰہی کا شعلہ جب بھڑکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا جتنی چیزیں ہیں سب جل جاتی ہیں یعنی سب کا خیال دل سے نکل جاتا ہے اے اللہ کے طالب جو کچھ اللہ کے سوا ہے اُس کو لا کی تلوار سے قتل کر ڈال یعنی لا الہ الا اللہ جب تو کہے تو لا الہ کے وقت خیال کر کہ اللہ کے سوا جتنی چیزیں ہیں کوئی قابل محبت نہیں سب کو میں دل سے نکالتا ہوں۔ پھر غور کر کہ لا کے بعد کیا رہتا ہے یعنی لا الہ کہہ کر جب تو سب چیزوں کو دل سے مٹا دیگا تو الا اللہ کہنے کے وقت خیال کر کہ اب بجز دل میں کیا

؎ کیونکہ دُنیا کی چیزوں میں دل کے پھنس جانے کو آدمی برا سمجھتا ہے اور غیب کی چیزوں کو مطلق نہیں سمجھتا دوسرے غیب کی چیزوں کی عجیب و غریب ہونیکے سبب دل کا تعلق اُن سے زیادہ ہوتا ہے اسلئے دل چھڑانا مشکل ہے ۱۲ منہ

رہا ہے۔ ہم سے سُن کہ صرف اللہ باقی رہ جاویگا۔ اور سب گم ہو جاویگا۔ مطلب یہ کہ لا الٰہ کہتے کے وقت سب چیزوں کی محبت اور خیال دل سے نکال ڈالے اور الا اللہ کہنے کے وقت اللہ تعالیٰ کی محبت اور خیال کو دل میں جماتا کہ کسی چیز کا تعلق اور خیال اللہ تعالیٰ کے تعلق اور خیال کے سوا دل میں ذرا بھی باقی نہ رہے۔ آگے عشق کی تعریف فرماتے ہیں کہ اے عشق شاباشی ہو تجھکو کہ تو شرکت کا بالکل نیست و نابود کر دینے والا ہے۔ اور اگر اس کا پیر کامل کوئی اور مراقبہ یا شغل اُس کو بتلاوے جو اُس کے مناسب اُس کو معلوم ہو تو وہی مراقبہ اور شغل کرے لیکن خاص شغل تصورِ شیخ[۱] اور مراقبہ وحدت الوجود سے چونکہ اکثر علم والوں کو بھی ضرر ہوتا ہے اس لئے قابل ترک ہے۔ اس کو نہ کرنا چاہئے۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے جسوقت کہ شراب اور جوا حلال تھا۔ ان کی نسبت فرمایا ہے کہ اثمھما اکبر من نفعھما یعنی جو گناہ ان دونوں چیزوں میں ہے وہ زیادہ ہے اُس نفع سے جو اُن میں ہے۔ اور اس ذکر و شغل سے جو وقت بچے اُس میں کچھ نہ کچھ ذکر زبان سے دل کی توجہ کے ساتھ کرتا رہے خواہ درود شریف پڑھا کرے اور میرے نزدیک یہ سب سے بہتر ہے خواہ استغفار پڑھے خواہ کلمہ طیبہ خواہ اور کچھ جس میں دل لگے اور ان اوقات میں دل سے ذکر کرنے پر بس نہ کرے کیونکہ اس میں اکثر یہ دھوکا ہو جاتا ہے کہ آدمی کو یہ خیال نہیں رہتا کہ اس وقت دل میں اللہ کی یاد نہیں رہی اور اس سے بڑھکر کبھی یہ دھوکا ہوتا ہے کہ اللہ کی بھول[۲] کو آدمی یوں سمجھ بیٹھتا ہے کہ میں اللہ کی یاد میں بالکل غرق ہو گیا ہوں۔ اور دو چیزوں سے بچنے کا ہر وقت خیال رکھے ایک یہ کہ کسی دم اللہ کی یاد دل سے دور نہ ہونے پاوے جس کی تدبیر یہ ہے کہ ہر وقت ذکر کرتا رہے۔ دوسرے گناہ سے بہت بچے خواہ چھوٹا گناہ ہو یا بڑا دل سے ہو یا زبان سے یا ہاتھ پاؤں آنکھ کان سے اللہ کی یاد نہ رہنے سے دل کا نور جاتا رہتا ہے

---

[۱] تصورِ شیخ میں یہ ضرر ہوتا ہے کہ پیر کی صورت کا کثرت سے خیال کرنے کی وجہ سے اسکی صورت کا دھیان بندھ جاتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ اسکی صورت نظر آنے لگتی ہے جس سے آدمی سمجھنے لگتا ہے کہ پیر مرید کیساتھ رہتا ہے اور اسکو سب خبر ہے۔ اور وحدت الوجود کے شغل میں یہ ضرر ہے کہ آدمی مخلوقات کو عین حق سمجھنے لگتا ہے اور پھر حرام حلال میں فرق نہیں کرتا ہے ۱۲ لطف

[۲] بھول کو یاد اس لئے سمجھتا ہے کہ غیر خدا کا خیال جب نہیں پاتا تو اُس کو اللہ کا خیال سمجھتا ہے۔ حالانکہ نہ وہ غیر کا خیال ہے نہ خدا کا بلکہ بالکل عدم خیال ہے۔ ۱۲ لطف

اور گناہ سے دل کا نور بھی جاتا رہتا ہے اور اللہ سے دوری بھی ہو جاتی ہے اور یہ بڑا نقصان ہے اور اگر اتفاقاً کبھی خیال نہ رہنے کی وجہ سے یا نفس کی شرارت سے کوئی گناہ ہو جاوے تو فوراً نہایت شرمندگی اور عاجزی کے ساتھ توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی معافی مانگے خاصکر بعض گناہوں سے تو اس راہ میں بہت ہی نقصان ہوتا ہے ایک ریا یعنی لوگوں کے دکھلانے کی نیت سے کوئی عمل کرنا۔ دوسرے تکبر یعنی اپنے کو بڑا سمجھنا جب آدمی میں تکبر ہوتا ہے تو اس سے کبھی آدمی فخر کرنے لگتا ہے اور کبھی بڑائی کا گمان ہو جاتا ہے خواہ دنیوی کمال میں ہو یا دینی کمال میں۔ تیسرے زبان سے کسی کی غیبت یا شکایت کرنا یا کسی پر طعن یا اعتراض کرنا بلکہ اکثر بیکار اور بے ضرورت باتیں کرنے سے بھی دل کی نورانیت کو نقصان پہونچتا ہے اور اسی وجہ سے اس راہ میں قدم رکھنے والے کو لوگوں سے بے ضرورت میل جول نہ رکھنا چاہیے۔ چوتھے کسی نامحرم عورت یا لڑکے کی طرف شہوت سے نظر کرنا یا اس کا خیال دل میں لانا۔ پانچویں بیجا یا حد سے زیادہ غصہ کرنا یا بدخلقی اور سختی کے ساتھ کسی سے بات کرنا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی یاد دل میں نہ رہنے کی بھی بعض قسم خاص طور پر زیادہ نقصان کی چیز ہے ایک قسم وہ ہے جو دنیا کے تعلقات کے سبب ہو یہ قسم ذکر کرنے سے بھی دور نہیں ہوتی یعنی جب ذکر میں مشغول ہوگا۔ بار بار دل اُسکی طرف کھنچے گا اور اس دستور العمل میں ایک بات ضروری یہ ہے کہ جب تک اس شخص کو جس کا ذکر ہو رہا ہے کسی قدر مضبوطی کے ساتھ نسبت باطنی حاصل نہ ہو جاوے (جس کا مطلب ابھی آگے آتا ہے) اُس وقت تک لوگوں کو نفع پہونچانے میں مشغول نہ ہو نہ ظاہری نفع پہنچانے میں مشغول ہو نہ باطنی نفع پہنچانے میں یعنی نہ طالب علموں کو پڑھاوے نہ عام لوگوں کو وعظ سناوے، نہ بیمار کا علاج کرے نہ تعویذ گنڈے لکھے نہ پیری مریدی کرے بالکل ایک کونہ میں گمنام پڑا رہے ہاں اگر ان باتوں میں سے کسی بات کے کرنے میں بالکل مجبور ہی ہو جاوے تو اور بات ہے اور علامت نسبت باطنی کے حاصل ہونے کی دو ہیں ایک یہ کہ اللہ کی یاد دل میں ایسی جم جاوے کہ کسی دم دل سے دور نہ ہو اور اللہ کی طرف توجہ رکھنے میں زیادہ کوشش

اور فکر رکھنے کی ضرورت نہ پڑے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنے کی طرف چاہے وہ احکام ایسے ہوں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے طریقے بتلائے ہیں اور چاہے وہ احکام ہوں جن میں بندوں کو آپس میں معاملہ کرنے کے طریقے بتلائے ہیں اور چاہے وہ احکام ہوں جن میں اچھی عادتوں کا حکم فرمایا ہے اور چاہے وہ احکام ہوں جن میں بات چیت کرنے کا طریقہ بتلایا ہے اور چاہے وہ احکام ہوں جن میں نشست و برخاست اور تمام کاموں کا طریقہ بتلایا ہے ان سب حکموں کی طرف ایسی رغبت ہو جاوے اور جن باتوں سے منع فرمایا ہے اُن باتوں سے ایسی نفرت ہو جاوے جیسی کہ اُن چیزوں کی طرف رغبت ہوتی ہے جو اپنے جی کو اچھی معلوم ہوتی ہیں اور جیسی کہ اُن چیزوں سے نفرت ہوتی ہے جو اپنے جی کو بری معلوم ہوتی ہیں اور حرص دنیا کی دل سے نکل جاوے اور اُسکی سب عادتیں مطابق قرآن شریف کے ہو جاویں البتہ اگر طبعی سستی کسی حکم کے بجالانے میں واقع ہو یا کوئی بُرا وسوسہ آپ ہی آپ دل میں آوے اور اُس پر عمل نہ کرے تو اُس سے یہ نہ سمجھا جاوے گا کہ شریعت کے حکموں کی رغبت اور شریعت میں جو باتیں منع ہیں اُن سے نفرت نہیں پیدا ہوئی۔ اور یہی مرتبہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور فرمانبرداری حاصل ہو جانے کا ہے جس کو ہم نے علامت نسبت باطنی کے حاصل ہو جانے کی بتلایا ہے محبت الٰہی کہلاتا ہے اور اگر نسبت باطنی حاصل ہو جانے کے ساتھ غیب سے بعض علم کی باتیں اور بھید کی باتیں بھی اس کے دل میں آنے لگیں تو یہ شخص عارف کہلاویگا۔ اب بعد حاصل ہونے نسبت باطنی کے پڑھانے، وعظ کہنے، کتابیں تصنیف کرنے میں کچھ حرج نہیں بلکہ علم دین کی خدمت کرنا سب عبادتوں سے بڑھ کر ہے۔ اور اگر پیر اس کو مرید کرنے اور ذکر و شغل بتلانے کی بھی اجازت دیدے تو اللہ کے بندوں کو اس فائدہ سے پہونچانے میں بخیلی نہ کرے لیکن اپنے کو بڑا نہ سمجھے بلکہ خلق کا خدمت گزار اپنے کو سمجھے اور اگر پیر اجازت نہ دے تو ہرگز ایسی جرأت نہ کرے اور نہ اپنی طرف سے اجازت مانگے کیونکہ یہ ہوس ہے بڑائی کی۔ اور اگر پیر اجازت مانگنے سے اجازت بھی دے تو یہ

رعایتی اجازت کام کی نہیں بلکہ بڑا بننے سے چھوٹا رہنا بہت اچھا ہے۔ البتہ پیر کا حکم ہو جانے کے بعد حکم نہ ماننا بھی مناسب نہیں کیونکہ اگر سب ایسا ہی کرتے تو سلسلہ ہی درویشی کا بند ہو جاتا لیکن مریدوں سے امید وار مال کا نہ رہے بلکہ اگر وہ کچھ نذرانہ بھی دیں تو مرید کرتے وقت تو بالکل قبول نہ کرے۔ کہ یہ صورت بدلہ لینے کی سی ہے اور دوسرے وقت اگر خوشی سے اور حلال آمدنی سے موافق اپنی آمدنی کے اتنا دیں جسکے دینے سے ان کو پریشانی نہ ہو تو ایسی صورت میں ہدیہ قبول کر لینا سنّت ہے۔ اور انکار کرنے میں مسلمان کی دل شکنی ہے اور اللہ کی ناشکری ہے اگرچہ وہ ہدیہ تھوڑا ہی ہو اور اگرچہ لوگوں کے سامنے دے۔ جب بھی لینے میں عار نہ کرے۔ کہ اس کا سبب بھی تکبر ہے۔ یہاں تک دستور العمل مذکور تمام ہوا اور اس دستور العمل کی عبارت اس وجہ سے ذرا لمبی ہو گئی کہ اس میں گفتگو علم والوں ہی سے ہے ان کی تسلی بدون تفصیلی بیان کے نہ ہوتی اور نہ ان کو مزہ آتا ورنہ حاصل مطلب تھوڑا ہی ہے جس کو میں اب پھر دوبارہ اس لئے لکھے دیتا ہوں کہ اصلی مطلب کے ٹکڑے اس لمبے بیان میں بکھر گئے ہیں اُس کی فہرست یہ ہے۔ تہجد۔ بعد تہجد کے بارہ تسبیح۔ بعد نماز فجر تلاوت قرآن شریف اور ایک منزل مناجات مقبول کے بعد ذکر اللہ اللہ کا بارہ ہزار سے لیکر چوبیس ہزار مرتبہ تک۔ پھر دوپہر کو ذرا سو رہنا بعد ظہر کے ذکر اللہ اللہ کا بارہ ہزار سے لیکر چوبیس ہزار مرتبہ تک۔ بعد عصر پیر کے پاس حاضر رہنا یا جنگل وغیرہ کی سیر کرنا، اور اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کرنا، بعد مغرب کے مراقبہ موت۔ باقی جو وقت بچے اس میں درود شریف پڑھنا بلا تعداد۔ اگر ضرورت ہو تو شغل انحد کرنا۔ پرہیز گاری کا خیال رکھنا، ذکر پابندی سے کرنا، گناہوں سے اور اللہ کی یاد نہ رہنے سے بچنا اور ان گناہوں سے خاص کر بچنا یعنی لوگوں کے دکھلانے کیلئے کوئی عمل کرنا، اپنے کو بڑا سمجھنا، فخر کرنا، اپنے جی ہی جی میں اپنے کمالات پر خوش ہونا اور نفس کا پھولنا کسی کی پیٹھ پیچھے بُرائی کرنا، بیکار باتیں کرنا، اور لوگوں سے زیادہ ملنا جلنا، شہوت سے نامحرم عورت یا لڑکے کو دیکھنا یا اُس کا خیال دل میں شہوت کے ساتھ لانا، بہت غصہ کرنا، کج خلقی سے

ملنا، دنیوی تعلقات بڑہانا اور جو باتیں اس قسم کی ہوں اُن سے بچنا اور بقیہ فہرست یہ ہے۔ نسبت باطنی حاصل ہونے تک وعظ اور پڑہانے وغیرہ کو ترک کرنا۔ بدون اجازت پیر کے پیری مریدی نہ کرنا اور ذکر وشغل کی تعلیم نہ کرنا، اور میزان کل ان سب باتوں کا دو چیزیں ہیں ایک اللہ اور رسول کے حکموں پر چلنا، دوسرے ذکر کی پابندی کرنا، گناہ سے اللہ اور رسول کی تابعداری میں فرق آجاتا ہے۔ اور یاد الٰہی نہ رہنے سے ذکر میں نقصان پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے چاہیئے کہ اپنا اصلی کام ہمیشہ تابعداری اور ذکر کی پابندی کو اور گناہ سے بچنے اور اللہ کی یاد بھلانے سے بچنے کو سمجھے اگر ایک مدت تک اس کی پابندی رہے گی تو انشاء اللہ محروم نہ رہے گا۔ اور یوں تو اول ہی سے فائدہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آتا۔ ایک وقت ایسا آوے گا کہ یہ بھی سمجھنے لگے گا لیکن نہ گھبراوے نہ جلدی کرے نہ سستی کرے کیونکہ فائدہ کے لئے نہ کوئی مدت مقرر ہے نہ کوئی اُس کا ذمہ دار ہو سکتا ہے البتہ اس قدر امیدوار کر سکتے ہیں ؎

اندریں رہ می خراش می تراش	تادم آخر دمے فارغ مباش
تادم آخر دمے آخر بود	کہ عنایت با تو صاحب سر بود

یعنی اس راہ میں جو قدم رکھے اُس کو چاہیئے کہ ہمیشہ اس ادھیڑ بن میں لگا رہے مرتے دم تک ایک گھڑی بے فکر نہ بیٹھے آخر دم تک کوئی نہ کوئی وقت ایسا ہوگا کہ خدا تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہو جاوے گی، اور بیڑا پار ہو جاوے گا۔ اور اگر ان سب باتوں کے ساتھ ابتدا میں ذرا زیادہ اور اُس کے بعد کبھی کبھی پیر کی خدمت میں رہنے کا بھی اتفاق ہو جاوے تو نورٌ علیٰ نور ہے۔ اُس کے پاس رہنے میں جو فائدے ہیں اُن میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اُس کو دیکھ کر اُس کی عادتیں اختیار کرے گا ذکر میں عبادت میں روح کو تازگی ہوگی ہمت بڑھے گی۔ جو نیا حال ہوگا اسکی بارہ میں پوری تسلی ہو جاوے گی اور اس کے علاوہ اور بہت سے فائدے ہیں جو پاس رہنے سے خود ہی معلوم ہوتے ہیں۔ موٹی بات ہے کہ مریض کا حکیم کے پاس

ہونا اور دُور رہنا دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے خوب کسی نے کہا ہے

مقامِ امن و مئے بے غش و رفیقِ شفیق
گرت مدام میسر شود زہے توفیق

یعنی اگر اطمینان کی جگہ اور شراب خالص محبت الٰہی کی اور شفقت رکھنے والے پیر کی صحبت ہمیشہ کے لئے میسر ہو جاوے تو اللہ تعالیٰ کی بڑی عنایت ہے، وَاللہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ سچی بات کا کہنے والا ہے اور راہ راست کا وہی دکھلانے والا ہے

ہدایت ساتویں۔ ذکر کرنے والے کو چاہئے کہ جو باتیں دل کو پریشان کرنیوالی ہیں ان سے بہت بچے کیونکہ اطمینان دل کا بڑی دولت ہے، اور یہ باتیں بہت سی ہیں۔ ایک اپنی بے احتیاطی سے صحت خراب کر لینا اس لئے صحت کی بہت حفاظت کرے دماغ کو تر و تازہ رکھنے کی اور دل کو قوت پہنچانے کی فکر رکھے، دوا سے بھی اور غذا سے بھی۔ غذا میں نہ اتنی کمی کرے کہ ضعف اور خشکی ہو جاوے نہ اتنی زیادتی کرے کہ ہضم نہ ہو کہ اس سے بھی صحت خراب ہو جاتی ہے۔ صحبت کی کثرت نہ کرے کہ اس سے بھی اعضاء رئیسہ خاصکر دل و دماغ کمزور ہو جاتے ہیں جب تک سچی بھوک نہ لگے کھانا نہ کھاوے اور ایک آدھ لقمہ کی خواہش باقی رہتے پر کھانا چھوڑ دے اور جب تک طبیعت میں سخت تقاضا نہ ہو صحبت نہ کرے اسی طرح سونے میں اوسط درجہ کا خیال رکھے نہ بہت زیادہ سووے کہ سستی ہو جاوے نہ بہت کمی کرے کہ خشکی ہو جاوے۔ دوسری بات دل کو پریشان کرنے والی بلا ضرورت عمدہ غذاؤں کی فکر میں لگا رہنا ہے۔ تیسری بات ہر وقت اپنے بدن کی آرائش میں لگا رہنا ہے کہ اسی بارہ میں کہا گیا ہے

عاقبت سازد ترا از دیں بری
ایں تن آرائی و ایں تن پروری

یعنی انجام اس بدن کی آرائش اور پیٹ کے پالنے ہی میں رہتے کا یہ ہوگا کہ

دین رخصت ہو جاوے گا، مطلب یہ کہ پورا دین نہ رہے گا۔ البتہ بالکل میلا کچیلا رہنا بھی بُرا ہے کہ اس سے بھی دل میلا ہوتا ہے، سادہ اور صاف رہے البتہ اگر بدون فکر کے اچھا لباس اور عمدہ غذا میسر ہو اور نفس میں کسی بُرائی کے پیدا ہونیکا ڈر نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، کام میں لاوے اور شکر بجا لاوے چوتھی بات مال کی حرص اور اس کے جمع کرنے کی فکر میں رہنا یا یہ کہ جو مال پاس ہو اُسکو بیکار خرچ کر کے اُڑا ڈالنا کہ دونوں کا نتیجہ دل کا پریشان ہونا ہے۔ حریص آدمی تو ہر وقت اسی دھن میں لگا رہے گا اور فضول خرچ مال ختم ہونے کے بعد آخر پریشانی میں مبتلا ہوگا یا پرائے مال پر نظر دوڑائیگا۔ پانچویں بات کسی سے دوستی یا دشمنی باندھ لینا۔ دوست اُس کو گھیر کر کے اس کا وقت ضائع کریں گے اور دشمن اسکو ایذائیں پہنچا کر پریشانی میں ڈالیں گے اسی طرح اور جو باتیں پریشانی کا سبب ہوں اور خود ضروری نہ ہوں اُن سے جہانتک ہو سکے بہت بچتا رہے۔ البتہ اگر کوئی پریشانی اس طرح پیش آجاوے کہ اُس نے خود کوئی کام پریشانی کا نہیں کیا تھا یا اُس نے کسی شرعی ضرورت سے کیا تھا پھر اُس میں کوئی پریشانی پیش آگئی مثلاً کسی سود خوار نے کوئی چیز اس کو دی اُس نے لینے سے انکار کر دیا وہ اس کا دشمن ہو گیا تو ایسی پریشانی سے باطن کا نقصان نہ ہوگا اگر ایسی پریشانی میں مبتلا ہو جاوے تو بےچین نہ ہو حق تعالیٰ پر نظر اور بھروسہ رکھے۔ وہ مدد فرماویگا۔ اگر کچھ تکلیف بھی پہنچے تو اُس میں حکمت الٰہی سمجھکر اُس پر راضی رہے اس سے اللہ تعالیٰ کی نزدیکی اور رضامندی اور زیادہ حاصل ہوگی۔

ہدایت آٹھویں - جو باتیں اختیاری ہیں اُن میں تو کمی نہ کرے اور جو باتیں اختیاری نہیں اگر وہ اچھی ہیں تو اُن کے پیچھے نہ پڑے اور اگر ناگوار ہونے والی ہیں تو اُن کے دُور کرنے کی فکر میں نہ پڑے مثلاً نماز یا تلاوت قرآن یا ذکر کے اندر یہ تو اختیار میں ہے کہ اپنے دل کو اگرچہ زور لگا کر ہو متوجہ رکھے جس کے کئی طریقے ہیں مثلاً ایک طریقہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات کا خیال باندھے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے

کہ لفظوں کے معنی ومطلب کی طرف دھیان رکھے یا فقط لفظوں کی طرف خیال رکھے اسطرح کہ ہر ہر لفظ کو سوچکر زبان سے نکالے بس اس میں تو کمی نہ کرے باقی نماز میں یا تلاوت قرآن کے وقت جی نہ لگنا یا مزہ نہ آنا یا وسوسوں اور خطروں کا کثرت سے آنا خواہ وہ کتنے ہی برے ہوں یہ بات اختیار سے باہر ہے اس کی فکر نہ کرے اپنا اختیاری کام کئے جاوے اس کی خاصیت یہ ہے کہ وہ خیالات خود ہی کم ہو جاتے ہیں خاصکر وسوسوں کیطرف تو ذرا بھی توجہ نہ کرے نہ وسوسے کے آنے سے رنج وغم کرے کہ اس سے وسوسوں کو دونی زیادتی ہوتی ہے پھر سخت پریشانی میں مبتلا ہونا پڑتا ہے اس کا عمدہ علاج یہی ہے کہ اپنے ذکر وغیرہ کی طرف اپنی توجہ کو پھر تازہ کر لیا کرے اور اس وسوسہ سے بالکل بے پروائی اختیار کرے اس سے وہ آپ ہی آپ جاتا رہیگا اور مثلاً اللہ کی فرمانبرداری اختیاری ہے اس میں سستی نہ کرے اور یہ باتیں اختیار سے باہر ہیں۔ اچھا خواب دیکھنا، دعا کا قبول ہونا، ذکر کے اثر سے تڑپنے لگنا بے اختیار رونا آنا وغیرہ وغیرہ ان باتوں کے ہونے کی فکر نہ کرے یا مثلاً گناہ اختیاری ہے؛ اسکے پاس نہ جاوے اور یہ چیزیں اختیاری نہیں۔ برا خواب، طبیعت میں تازگی نہ ہونا، رزق میں کمی ہونا، ذکر میں کسی چیز کا نظر نہ آنا، یا کوئی اثر معلوم نہ ہونا، بیمار ہو جانا وغیرہ ان سے پریشان نہ ہو، یا مثلاً کسی سے بے ارادہ عشق ہو جانا اختیاری نہیں اسمیں کوئی گناہ اور نقصان نہیں اگرچہ تکلیف ہی۔ لیکن یہ باتیں اختیار میں ہیں۔ اسکو دیکھنا، اس سے باتیں کرنا، اسکی آواز سننا، اسکے پاس آنا جانا، اس کا خیال دل میں لانا، اسکو سوچ سوچکر دل سے لذت لینا ان سے بچنا ضروری ہے۔ اور اکثر اس تدبیر سے وہ عشق بھی کم ہو جاتا ہے اور اگر اسمیں کوتاہی کریگا گنہگار ہوگا اور دل سیاہ ہو جاویگا یا مثلاً کسی گناہ کی طرف دل کا مائل ہونا غیر اختیاری ہے اسکے دور کرنے کی فکر میں نہ پڑے البتہ گناہ کرنا اختیاری ہے اس سے بچے اس خواہش پر عمل نہ کرے، جو شخص غیر اختیاری چیزوں کے حاصل کرنے یا دور کرنیکی فکر میں رہتا ہے تمام عمر اس کی پریشانی میں گزرتی ہے یہانتک کہ بعض لوگوں نے انہی وجہوں سے اپنے کو مردود سمجھ لیا پھر بعض نے تو خودکشی کر لی ہے اور بعض ذکر وعبادت

چھوڑ کر گناہ بیدھڑک کرنے لگے۔ غرضکہ ان لوگوں نے ایمان کا نقصان کیا یا ایمان کے ساتھ جان کا بھی نقصان کیا کیونکہ خودکشی کرتے ہیں جان بھی گئی اور گنہگار بھی ہوئے یہ تو ایمان اور جان کا نقصان ہے اور ذکر و عبادت چھوڑتے اور گناہ کرنے میں ثواب سے محروم رہے اور گنہگار ہوئے یہ ایمان کا نقصان ہے اصل بات یہ ہے کہ جو باتیں غیر اختیاری ہیں ان میں جو باتیں ایسی ہیں کہ ان کے ہونے کو جی چاہتا ہے انکا ہونا کبھی درویشی کی راہ چلنے والے کیلئے خرابی کا سبب بھی ہو جاتا ہے۔ مثلاً اپنے کو کامل سمجھنے لگا اور اس سے اپنے کو اوروں سے اچھا سمجھنے لگا یا کمال کا دعویٰ کرنے لگا یا اسکی وجہ سے بزرگ مشہور ہو گیا اور اس سے نقصان ہوا اسی طرح ان چیزوں کا حاصل ہونا اس کے نفع کا سبب ہو جاتا ہے مثلاً اپنے کو ناکارہ حقیر سمجھنے لگا۔ اور باتیں غیر اختیاری ایسی ہیں کہ ان کا ہونا آدمی کو ناگوار ہوتا ہے مگر انکا ہونا کبھی مفید ہو جاتا ہے مثلاً اسکے برداشت کرنے میں مشقت ہوتی ہے جو ایک طرح کا مجاہدہ ہے اور تنگی ہوتی ہے غم ہوتا ہے جس سے دل کی صفائی ہو جاتی ہے ایسی ہی چیزوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے عَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّھُوَ شَرٌّ لَّکُمْ یعنی اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک چیز کا ہونا تم اپنے لئے ناپسند کرتے ہو اور واقع میں اس کا ہونا تمھارے حق میں اچھا ہوتا ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ تم ایک چیز کا ہونا اپنے لئے پسند کرتے ہو اور واقع میں اس کا ہونا تمھارے حق میں برا ہوتا ہے البتہ اگر پسندیدہ باتیں ازخود حاصل ہو جاویں تو نعمت الٰہی سمجھ کر شکر کرے جیسا کہ ان چیزوں کے نہ حاصل ہونیکو بھی ایک اعتبار سے جس کا ابھی بیان ہوا ہے نعمت سمجھکر شکر کرے۔ خوب سمجھ لو۔

ہدایت نویں آجکل اکثر درویشوں میں بعض رسمیں رائج ہو گئی ہیں سو بعض رسمیں تو محض خلاف شرع ہیں جیسے قبر کے گرد گھومنا یا قبر کو بوسہ دینا یا اس پر غلاف ڈالنا یا بزرگوں کی منت ماننا یا ان سے کچھ مانگنا۔ اور بعض رسمیں خود جائز تھیں مگر ان کے ساتھ ناجائز باتیں ملجانے سے ناجائز ہو گئی ہیں جیسے عرس یا گانا سننا، یا قل پنج آیت یا مجلس مولود شریف کی کہ عام لوگ ان باتوں کے منع کرنے یا خود نہ کرنے کو درویشی کے

خلاف سمجھتے ہیں ان رسموں میں جو خرابیاں ہیں اُنکو پورے طور سے احقر نے اصلاح الرسوم وحق السماع وتعلیم الدین کے حصہ پنجم وحفظ الایمان میں لکھدیا ہے اور بعض رسمیں ایسی ہیں کہ اگر ان کو داخل بزرگی سمجھا جاوے اور یہ سمجھا جاوے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے تو نہایت بُری بدعتیں ہیں اور اگر اعتقاد میں کوئی خرابی نہو تب بھی محض دُنیا ہے جیسے عمل پڑھنا اور حلال جانوروں کا گوشت چھوڑ دینا اور بعض رسمیں اچھی ہیں اگر انمیں عقیدے کی خرابی نہو مثلاً شجرہ پڑھنا کہ اسمیں مقبول بندوں کے ناموں کو واسطہ دُعا میں قرار دیا جاتا ہے جس کا جواز حدیث شریف سے ثابت ہے لیکن اگر شجرہ پڑھنے میں یہ سمجھا جاوے کہ ان حضرات کے نام پڑھنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ وہ ہمارے حال پر متوجہ رہیں گے تو بالکل غلط اور بے سند عقیدہ ہے جس کی ممانعت اس آیت سے ثابت ہے وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ یعنی جو بات تجھ کو معلوم نہ ہو اس پر عمل درآمد نہ کر اور مثلاً درویشی کی کتابوں کا دیکھنا ہاں اگر کوئی ایسا عالم ہو کہ علم معقول یعنی منطق وغیرہ اور علم منقول یعنی تفسیر حدیث فقہ یہ سب اچھی طرح سے جانتا ہو اور ایسے بزرگوں کا صحبت یافتہ ہو جو علم درویشی کو خوب جانتے ہوں وہ اگر یہ کتابیں دیکھے تو کچھ حرج نہیں ورنہ ان کا دیکھنا دین وایمان کو برباد کرنے والا ہے اس لیے اس قسم کی کتابیں ہرگز نہ دیکھی جاویں جیسے مثنوی مولانائے روم، دیوان حافظ یا دوسرے بزرگوں کے ملفوظ یعنی جو باتیں انھوں نے بیان کیں اور مریدوں نے کتابوں میں لکھدیا اور ان کے مکتوبات یعنی جو خطوط بزرگوں نے اپنے مریدوں کو لکھے اور مریدوں نے اُن کو جمع کر کے کتاب بنالی جبکہ اُن ملفوظات اور مکتوبات میں درویشی کے بھید یا جو کیفیتیں اُن بزرگوں میں پیدا ہوئی تھیں اُنکا بیان ہو بلکہ جن کتابوں میں ان بزرگوں کی حکایتیں ہوں اُن کو بھی نہ دیکھے یہ سب کتابیں عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آسکتی ہیں +

ہدایت دہم - چونکہ بعض آدمی مرد ہوں یا عورت مرید ہو کر بھی اپنی حالت اور عادت درست تہیں کرتے ہیں اس لیے اسکے بارہ میں بھی کچھ ضروری باتیں لکھے دیتا

ہوں باقی پورے طور سے مسئلوں کا بیان دین کی کتابوں میں ہے۔

عام مردوں کو نصیحت یعنی جو عالم نہیں ہیں

عالموں سے بہت ملتے رہو اُن سے مسئلے پوچھتے رہو اگر پڑھے ہوئے ہو تو بہشتی زیور اور بہشتی گوہر یا اُسکی جگہ صفائی معاملات اور مفتاح الجنۃ کو دیکھتے رہو اور اُس پر عمل کرتے رہو۔ لباس خلاف شرع مت پہنو جیسے ٹخنوں سے نیچا پائجامہ یا جیسے کوٹ پتلون یا ریشمی یا زر دوزی کا کپڑا یا چار انگل سے چوڑی سنجی لیس دار ٹوپی یا اتنے ہی کام کا سینچا کا مدار جوتا ڈاڑھی مت کتاؤ اور نہ اُس کو منڈواؤ البتہ ایک مٹھی سے جتنی زائد ہو اُس کا اختیار ہے چاہے کتا ڈالو چاہے رہنے دو۔ جتنی رسمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے طریقے کے خلاف پھیلی ہوئی ہیں سب کو چھوڑ دو وہ رسمیں دُنیا کے رنگ میں ہوں خواہ دین کے رنگ میں جیسے مولود، فاتحہ، عرس، اور شادی میں ساچق اور برات اور مہمانداری یا نام کیلئے کھانا پکوانا اور کھلانا یا نام کیلئے دینا دلانا عقیقہ اور ختنہ اور بسم اللہ کے مکتب میں لوگوں کا جمع ہونا۔ یہ سب ترک کر دو نہ اپنے گھر کرو نہ دوسرے کے یہاں شریک ہو یا غمی میں تیجا دسواں چالیسواں وغیرہ شب برات کا حلوا یا محرم کو تہوار منانا نہ خود کرو نہ دوسرے کے یہاں جا کر ان کاموں میں شریک ہو۔ میلوں ٹھیلوں میں مت جاؤ، نہ اپنے بچوں کو جانے دو اور ان کو بیہودہ باتوں کیلئے پیسے بھی مت دو جیسے کنکوا، آتشبازی، تصویر دار کھلونے وغیرہ۔ زبان کو غیبت اور گالی گلوج سے بچاؤ۔ جماعت کے ساتھ پانچوں وقت کی نماز پڑھو۔ کسی عورت یا لڑکے کی طرف بری نگاہ سے مت دیکھو۔ گانا بجانا مت سنو۔ پیر سے ہر کام کیلئے تعویذ گنڈے مت مانگا کرو۔ بلکہ اُس سے دین کی باتیں سیکھو البتہ دعا کرانے کا مضائقہ نہیں۔ ایسا مت سمجھو کہ اگر نذرانہ موجود نہ ہو تو پیر کے پاس کیا جاویں، یہ مت سمجھو کہ پیر کو سب خبر رہتی ہے، اُن سے کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے درویشی کی کتابیں مت دیکھو اور نہ ایسی باتیں پوچھو۔ تقدیر کے مسئلے میں کبھی بحث مت کرو۔ پیر نے جو بتلا دیا وہ کئے جاؤ۔ رشوت اور سود مت لو۔ ان کی آمدنی بھی

ط جا بجا بعض نسخوں میں بھی ۱۲ منہ

سود ہے اُس سے بھی بچو، اور جتنے لین دین خلاف شرع ہیں سب سے بچو۔ جواب
پر بدون مسئلہ پوچھے عمل مت کرو۔ اگر پیر کے پاس جاؤ اور وہ اپنے کسی کام میں
لگا ہو تو اُس کے کام میں حرج مت ڈالو۔ ایسی جگہ مت بیٹھو کہ اُس کا دل تم کو دیکھ
دیکھ کر بٹے جاوے کہیں کنارے پر بیٹھ جاؤ جب وہ کام سے چھٹی پاوے اُس وقت
سامنے جاؤ۔ تعلیم الطالب منگاؤ اور دیکھو۔ تعلیم الدین کے چار حصے اول کے دیکھ لو
اور جزار الاعمال بھی دیکھ لو۔

عام عورتوں کو نصیحت

شرک کی باتوں کے پاس مت جاؤ۔ اولاد کے ہونے یا زندہ رہنے کے لئے ٹونے ٹوٹکے
مت کرو۔ فال مت کھلواؤ۔ فاتحہ نیاز ولیوں کی مت کرو۔ بزرگوں کی منت مت
مانو۔ شب برات، محرم، عرفہ، تبارک کی روٹی، تیرہ تیزی کی گھونگھنیاں کچھ مت
کرو جس سے شرع میں پردہ ہے چاہے وہ پیر ہو اور چاہے اور کیسا ہی نزدیک کا
ناتہ دار ہو جیسے دیور، جیٹھ، خالہ کا یا پھوپھی کا یا ماموں کا بیٹا یا بہنوئی یا نندوئی
یا منہ بولا بھائی یا منہ بولا باپ ان سب سے خوب پردہ کرو۔ خلاف شرع لباس مت
پہنو جیسے کلیوں دار پائجامہ یا ایسا کرتہ جسمیں پیٹ، پیٹھ یا کلائی یا بازو کھلے ہوں
یا ایسا باریک کپڑا جس میں بدن یا سر کے بال جھلکتے ہوں یہ سب چھوڑ دو لانبی آستینوں
کا اور نیچا اور موٹے کپڑے کا کرتہ بناؤ اور ایسے ہی کپڑے کا دوپٹہ ہو اور دھیان کرکے
سر پر سے مت ہٹنے دو ہاں اگر گھر میں خالی عورتیں ہوں یا اپنے ماں باپ حقیقی بھائی
وغیرہ کے سوا گھر میں کوئی اور نہ ہو تو اس وقت سر کھولنے میں ڈر نہیں کسی کو جھانک
تاک کر مت دیکھو۔ بیاہ، شادی، مونڈن، چلہ، چھٹی، منگنی، چوتھی وغیرہ میں کہیں
مت جاؤ نہ اپنے یہاں کسی کو بلاؤ۔ کوئی کام نام کے واسطے مت کرو۔ کوسنے اور طعنے
دینے اور غیبت سے زبان کو بچاؤ۔ پانچوں وقت نماز اول وقت پڑھو اور جی لگا کر
تھام تھام کر پڑھو رکوع، سجدہ اچھی طرح کرو۔ ایام سے جب پاک ہو خوب خیال رکھو۔
کسی وقت کی نماز ایام بند ہونے کے بعد رہ نہ جاوے۔ اگر تمہارے پاس زیور گوٹہ

لچکا وغیرہ ہو تو حساب کر کے زکوٰۃ نکالو بہشتی زیور ایک کتاب ہے اُس کو یا تو پڑھ لو یا سن لیا کرو اور اُس پر چلا کرو۔ خاوند کی تابعداری کرو اُس کا مال اُس سے چھپا کر خرچ مت کرو۔ گانا کبھی مت سنو۔ اگر تم قرآن پڑھی ہوئی ہو تو روزانہ قرآن پڑھا کرو جو کتاب پڑھنے یا دیکھنے کے لئے مول لینا ہو پہلے کسی عالم کو دکھلا لو اگر وہ صحیح اور معتبر بتلا دیں تو خریدو ورنہ مت لو۔ جہاں رسم رسوم کی مٹھائی وغیرہ تقسیم ہوتی ہو وہاں مت جاؤ اور نہ بانٹنے میں شریک ہو۔

خاص ذکر و شغل کرنے والوں کو نصیحت

اوپر کی نصیحتیں دیکھ لو۔ ہر بات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلنے کا اہتمام کرو اس سے دل میں بڑا نور پیدا ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص کوئی بات تمہاری طبیعت کے خلاف کرے تو صبر کرو۔ جلدی سے کچھ کہنے سننے مت لگو۔ خاصکر غصہ کی حالت میں بہت سنبھلا کرو۔ کبھی اپنے کو صاحب کمال مت سمجھو۔ جو بات زبان سے کہنا چاہو پہلے سوچ لیا کرو۔ جب خوب اطمینان ہو جاوے کہ اس میں کوئی خرابی نہیں اور یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ اسمیں کوئی دین یا دنیا کی ضرورت یا فائدہ ہے اس وقت زبان سے نکالو۔ کسی بُرے آدمی کی بھی بُرائی مت کرو، نہ سنو۔ کسی ایسے درویش پر جس پر کوئی حال درویشی کا غالب ہو اور وہ کوئی بات عــه تمہارے خیال میں دین کے خلاف کرتا ہو اُس پر طعن مت کرو کسی مسلمان کو اگرچہ وہ گنہگار یا چھوٹے درجہ کا ہو حقیر مت سمجھو مال و عزت کی طمع و حرص مت کرو تعویذ گنڈوں کا شغل مت رکھو اس سے عام لوگ گھرتے ہیں، جہانتک ہو سکے ذکر کرنے والوں کے ساتھ رہو اس سے دل میں نور اور ہمت و شوق بڑھتا ہے دنیا کا کام بہت مت بڑھاؤ۔ بے ضرورت سامان جمع مت کرو۔ جہانتک ہو سکے تنہا رہا کرو بے ضرورت اور بے فائدہ لوگوں سے زیادہ مت ملو اور جب ملنا ہو تو خوش خلقی سے ملو اور جب کام ہو جاوے تو اُن سے

عــه بشرطا اس کے کہ اور سب باتیں دین کے موافق کرتا ہو ۱۲ لطف

الگ ہو جاؤ خاصکر جان پہچان والوں سے بہت بچو۔ یا تو اللہ والوں کی صحبت ڈھونڈو یا ایسے معمولی لوگوں سے ملو جن سے جان پہچان نہ ہو۔ ایسے لوگوں سے نقصان کم ہوتا ہے۔ اگر تمھارے دل میں کوئی کیفیت پیدا ہو یا کوئی علم عجیب آوے تو اپنے پیر کو اطلاع کرو، پیر سے کسی خاص شغل کی درخواست مت کرو۔ ذکر میں جو اثر پیدا ہو سوائے اپنے پیر کے کسی سے مت کہو۔ اگر درویشی کی کتابیں دیکھنے کا شوق ہو تو پہلے تعلیم الدین کا حصہ پنجم اور کلید مثنوی دیکھو بشرطیکہ تم علم معقول و علم منقول دونوں خوب جانتے ہو۔ بات کو نباہا مت کرو۔ بلکہ جب تمکو اپنی غلطی معلوم ہو جاوے فوراً اقرار کر لو ہر حالت میں اللہ پر بھروسہ رکھو۔ اور اسی سے اپنی حاجت عرض کیا کرو اور دین پر قائم رہنے کی درخواست کرو۔ والسلام فقط۔

تمام شد تسہیل قصد السبیل،

قصد السبیل کا ضمیمہ

درویشی کی راہ کا حاصل

(۱) نہ اس میں کشف کا ہونا ضروری ہے (کشف اسکو کہتے ہیں کہ جو چیز اور لوگ نہیں دیکھتے ہیں وہ دل میں صفائی حاصل ہو جانے کی وجہ سے دل کی آنکھوں سے نظر آجاوے یا جو چیز ابھی واقع نہیں ہوئی ہے آئندہ ہونے والی ہے وہ معلوم ہو جاوے) نہ کرامت کا ہونا ضروری ہے (کرامت اسکو کہتے ہیں کہ درویش سے ایسے کام ہوں جو اور لوگ نہیں کر سکتے ہیں) کشف و کرامت کسی ولی سے ہوتا ہے اور کسی سے بالکل نہیں ہوتا۔

(۲) اگر کوئی شخص کسی بزرگ کا مرید ہو تو پیر اسکا ذمہ دار نہیں ہو جاتا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ضرور بخشوا دیگا۔

(۳) پیر کی طرف سے مرید سے اسکا بھی وعدہ نہیں ہوتا کہ تمھاری دنیا کے جو کام اٹکیں گے

پیر صاحب تعویذ گنڈے کر کے ان کاموں کو بنا دینگے یا جو مقدمے ہونگے وہ پیر کی دعا سے ضرور فتح ہو جایا کرینگے یا مرید ہونے سے روزگار میں ترقی ہو جایا کرے گی یا اگر کوئی بیماری ہوئی تو جھاڑ پھونک سے جاتی رہے گی نہ اسکا وعدہ ہے کہ جو بات ہونیوالی ہو گی پہلے ہی سے بتلا دیجا دیگی کہ اس طرح ہونیوالی ہے۔

(۴) نہ پیر کیلئے ایسی بات کا ہونا ضروری ہے کہ اُسکی توجہ میں ایسا اثر ہو کہ مرید کی حالت خود بخود درست ہو جاوے مرید کو کچھ کرنا ہی نہ پڑے گناہ کا خیال ہی نہ آوے خود بخود عبادت کے کام ہوتے رہیں۔ مرید کو زیادہ ارادہ ہی نہ کرنا پڑے یا علم دین و قرآن پڑھنے میں ذہن و حافظہ بڑھ جاوے۔

(۵) نہ ایسی باطنی کیفیتیں پیدا ہونے کے لئے کوئی وقت مقرر ہے کہ ہر وقت یا عبادت کے وقت لذت سے مست رہے عبادت میں خیالات ہی نہ آویں خوب رونا آوے ایسی بیخودی ہو جاوے کہ اپنی پرائی خبر نہ رہے (بلکہ ہو سکتا ہے کہ بالکل کوئی کیفیت ہی نہ پیدا ہو)۔

(۶) نہ ذکر و شغل کرنے میں نور کا نظر آنا یا کوئی آواز سُنائی دینا ضروری ہے۔

(۷) نہ عمدہ عمدہ خوابوں کا دیکھنا یا جو باتیں دل میں آویں جسکو الہام کہتے ہیں انکا اُسی طرح سے ہو جانا ضروری ہے۔

بلکہ اصل مقصود حق تعالیٰ کا راضی کرنا ہے جس کا ذریعہ شریعت کے حکموں پر پورے طور سے چلنا ہے۔ لیکن شریعت کے حکم دو طرح کے ہیں بعض ایسے حکم ہیں جو بدن کے متعلق ہیں جیسے نماز کے احکام روزہ کے احکام۔ حج کے احکام۔ زکوٰۃ کے احکام اور جیسے نکاح کے احکام۔ طلاق کے احکام۔ میاں کے حقوق بی بی پر۔ بی بی کے حقوق میاں پر۔ ان کے احکام اور قسم کے احکام قسم کے کفارے کے احکام۔ آپس میں لین دین کرنیکے احکام۔ مقدموں میں پیروی کرنیکے احکام۔ گواہی دینے کے احکام۔ وصیت کرنیکے احکام۔ مُردہ جو مال چھوڑے اُس کے تقسیم کرنیکے احکام۔ اور جیسے سلام کرنے کے احکام آپس میں بات چیت کرنیکے احکام۔ کھانا کھانے پینے کے متعلق احکام۔ سونے اٹھنے بیٹھنے کے

متعلق احکام۔ کسی کے یہاں مہمان ہو کر جانے کے احکام۔ اگر اپنے یہاں کوئی مہمان آوے اسکی مہمان داری کے احکام۔ اور جو شریعت میں اسی قسم کے حکم ہیں۔ یہ سب احکام تو ہاتھ پیر زبان سے بجا لائے جاتے ہیں اور ان حکموں کے مسئلوں کو علم فقہ کہتے ہیں۔ اور بعض شریعت کے ایسے حکم ہیں جو دل کے متعلق ہیں جیسے خدا سے محبت رکھنا۔ خدا سے ڈرنا۔ خدا کو یاد رکھنا (اور کسی دم نہ بھولنا) دنیا سے محبت کم ہونا۔ خدا کی طرف سے جو کچھ ہو اس پر راضی رہنا۔ حرص اور لالچ نہ کرنا۔ عبادت کرتے وقت اپنی عبادت کی طرف دھیان رکھنا۔ دین کے کام صرف اللہ کی خوشنودی کیلئے کرنا۔ کسی کو اپنے سے کم نہ سمجھنا اپنے کو اچھا نہ سمجھنا۔ غصہ کو روکنا اور جو اسی قسم کے شریعت میں حکم ہیں یہ سب احکام دل سے بجا لائے جاتے ہیں۔ اور ان باتوں کے حاصل کرنے کا نام سلوک ہے اور جس طرح ان حکموں پر عمل کرنا فرض و واجب ہے جو بدن سے کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح اُن حکموں پر بھی عمل کرنا فرض و واجب ہے جو دل سے متعلق ہیں۔ اور دل کی خرابیوں سے اکثر اُن احکام میں بھی خرابی آجاتی ہے جو بدن کے متعلق ہیں جیسے خدا کی محبت کم ہونے سے نماز میں سستی ہو گئی یا جلدی جلدی رکوع کر لیا۔ یا بخل سے زکوٰۃ اور حج کی ہمت نہ ہوئی۔ یا اپنے کو بڑا سمجھنے اور زیادہ غصہ ہونے سے کسی پر ظلم ہو گیا۔ کسی کا حق ادا نہ کیا۔ اسی طرح اور باتوں کو سمجھ لو اور اگر ان ظاہری حکموں کے بجا لانے میں کسی نے احتیاط بھی کی اور اچھی طرح ادا کیا تب بھی جب تک دل کی درستی نہیں ہوتی یہ احتیاط چند روز سے زیادہ نہیں چلتی اسلئے دل کی درستی ان دو وجہوں سے ضروری ٹھیری مگر دل کی خرابیاں سمجھ میں کم آتی ہیں اور اگر کچھ سمجھ میں بھی آتی ہیں تو اُنکی درستی کا طریقہ کم معلوم ہوتا ہے اور جو معلوم ہوتا ہے تو نفس کی سرکشی سے اس پر عمل کرنا مشکل ہوتا ہے ان ضرورتوں سے پیر[1] کامل تلاش کیا جاتا ہے کہ وہ ان باتوں کو سمجھ کر بتلاتا ہے اور اُنکا علاج اور تدبیر بھی بتلاتا ہے اور اس غرض سے کہ نفس میں درستی کا مادہ پیدا ہو جاوے اور علاج کرنا دل کی بیماریوں کا آسان ہو جاوے اور جو تدبیریں علاج کی بتلائی جاویں اُن میں اثر اور قوت پیدا ہو جاوے

[1] پیر کامل کی پہچان اس کتاب کی تیسری ہدایت دیکھ لی جاوے ۱۲ منہ۔

یعنی وہ تدبیریں اپنا اثر جلدی کریں ان امور کی غرض سے کچھ ذکر و شغل بھی بتلاتا ہے اور ویسے ذکر خود بھی عبادت ہے بس درویشی کی راہ چلنے والے کو دو کام کرنا پڑتے ہیں ایک تو ضروری اور وہ شریعت کے دونوں قسم کے احکام کی پابندی ہے وہ احکام بھی جو کہ بدن سے متعلق ہیں اور وہ بھی جو دل سے متعلق ہیں۔ اور دوسرا مستحب اور وہ کثرت ذکر ہے ان احکام کی پابندی سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور نزدیکی حاصل ہوتی ہے اور کثرت سے ذکر کرنے سے زیادہ رضامندی اور زیادہ نزدیکی حاصل ہوتی ہے یہ خلاصہ ہے درویشی کی راہ کا اور درویشی کے مقصود کا۔

درویشی کی راہ کے حقوق[ل۱]

مرید ہو کر یہ کام کرنا پڑینگے

(۱) بہشتی زیور کے گیارہ حصے[ل۲] اوّل سے آخر تک ایک ایک حرف کر کے پڑھنے یا سننے پڑینگے (۲) اپنی سب حالتیں بہشتی زیور کے موافق رکھنا پڑینگی (۳) جو کام کرنا ہو اور اُس کا جائز و ناجائز ہونا معلوم نہ ہو کرنے سے پہلے سچے عالموں سے پوچھنا پڑیگا اور اُن کے بتلانے کے موافق عمل کرنا ہوگا (۴) نماز پانچوں وقت جماعت[ل۳] سے پڑھنا ہوگی البتہ اگر کوئی عذر شرعی ہو تو جماعت معاف ہے اور اگر بلا عذر غفلت سے رہ جاوے ندامت کے ساتھ معافی مانگنا چاہیے (۵) اگر مال بقدر زکوٰۃ ہو تو زکوٰۃ دینا ہوگی۔ مسائل اسکے بہشتی زیور میں ملیں گے۔ اسی طرح کھیت اور باغ کی پیداوار میں دسواں حصہ دینا ہوگا۔ اسکے مسائل زبانی معلوم کر لئے جاویں (۶) اگر حج کی گنجائش ہو تو حج کرنا پڑیگا۔ اسی طرح گنجایش کی صورت میں عید کو صدقہ فطر اور بقر عید کو قربانی ضرور ہوگی۔ (۷) اپنی بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنا ہونگے اُن کا یہ بھی دینی حق ہے کہ انکو ہمیشہ شرع کے احکام بتلاتے رہو۔ آسان طریقہ اس کا پڑھے ہوؤں کے لئے یہ ہے کہ

ل۱ یہ حقوق سب مسلمانوں کے ذمہ واجب ہیں گو کسی سے بیعت بھی نہ ہوں ۱۲ منہ ل۲ البتہ عورتوں کیلئے گیارہواں حصہ نہیں ہے ۱۲ منہ ل۳ مگر عورتوں کے لئے جماعت نہیں ہے ۱۲ منہ ؛

رات دن میں تھوڑا سا کوئی وقت مقرر کر کے بہشتی زیور اول سے آخر تک اپنے گھر والوں کو پڑھکر سنا دیں اور سمجھا دیں اور جب وہ ختم ہو جاوے پھر شروع کر دیں جب تک انکو مسائل خوب اچھی طرح یاد نہ ہو جاویں سناتے رہیں۔ اور ان پڑھ ایسا کریں کہ جو بات دین کی کسی عالم سے سنا کریں اسکو یاد کر کے گھر والوں سے ضرور کہدیا کریں

اور یہ کام چھوڑنا پڑیں گے

ڈاڑھی منڈانا، ڈاڑھی کٹانا جب کہ چار انگل سے زائد نہ ہو۔ ڈاڑھی چڑھانا، سر میں چاند کھلوانا، کھڑی رکھنا یا آگے سے منڈوانا، ٹخنوں سے نیچے پائجامہ پہننا یا کرتہ جوغہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانا یا عمامہ کا شملہ آدھی کمر سے نیچے چھوڑنا یا کسم و زعفران کا رنگا ہوا یا ناپاک رنگ کا رنگا ہوا کپڑا پہننا یا ریشمی یا زری کا لباس چار انگل سے زیادہ پہننا یا لڑکوں کو پہنانا یا کفار کا سا لباس پہننا، یا مردوں کو چاندی کی انگوٹھی ایک مثقال سے زائد یا سونے کی انگوٹھی پہننا۔ یا عورتوں کو کھڑا جوتا یا مردانہ لباس پہننا یا باجہ دار زیور پہننا یا ایسا کپڑا باریک یا چھوٹا پہننا جسمیں بدن کھلا رہے، کسی عورت یا بے ڈاڑھی والے لڑکے کو بری نگاہ سے دیکھنا یا عورتوں لڑکوں سے زیادہ میل جول رکھنا۔ مرد کو کسی نامحرم عورت کے پاس یا عورت کو کسی نامحرم مرد کے پاس بیٹھنا یا تنہا مکان میں رہنا یا بدون سخت مجبوری کے سامنے آجانا اگرچہ وہ پیر ہی ہوں یا رشتہ دار ہوں اور جہاں سخت مجبوری ہو وہاں سر اور بازو اور کلائی اور پنڈلی اور گلا کھولنا نامحرم مرد کے سامنے حرام ہے بہتر کے سامنے گھونگھٹ رہنا بہتر ہے اور عمدہ پوشاک اور زیور سے تو سامنے آنا بالکل ہی برا ہے اسی طرح نامحرم مرد و عورت کا باہم ہنسنا بولنا ضرورت سے زیادہ باتیں کرنا یہ سب چھوڑ دینا چاہئے ختنہ یا عقیقہ یا شادی میں جمع ہونا یا برات میں جانا۔ البتہ عین نکاح کے وقت پاس پاس کے مردوں کا جمع کر لینا مضائقہ نہیں۔ یا کوئی فخر و نمود کا کام کرنا جیسے آجکل رسم ورسوم کا کھانا کھلانا لینا دینا ہوتا ہے اسی میں نوتہ بھی آگیا اسکو بھی چھوڑ دینا

انگف یہ پانچوں باتیں عورتوں اور لڑکیوں کے واسطے درست ہیں ۱۲ منہ

چاہیئے اسی طرح فضول خرچی کرنا یا کپڑے میں بہت تکلف کرنا کہ یہ بھی فخر و نمود میں داخل ہے۔ مردہ پر چلا کر رونا اُس کا تیجہ دسواں بیسواں چالیسواں وغیرہ کرنا۔ دُور دور سے عرصہ عرصہ تک میت کے پیچھے آنا۔ بدون شرع کے موافق تقسیم کئے ہوئے مُردہ کے کپڑے خیرات کر دینا۔ لڑکیوں کا حصّہ نہ دینا۔ اہل حکومت و ریاست کا غرباء پر ظلم کرنا جھوٹی نالش کرنا۔ موروثی کا دعویٰ کرنا۔ رہن یا رشوت کی آمدنی کھانا۔ تصویر بنانا یا رکھنا۔ یا براہ شوق کتّے پالنا یا کنکوے و آتشبازی یا کبوتر بازی و مرغ بازی وغیرہ کا شغل کرنا۔ یا بچوں کو اجازت اور پیسے دینا۔ گانا سُننا باجے سے یا بے بلاجے اسی میں گراموفون بھی داخل ہے۔ عرسوں میں جانا۔ بزرگوں کی منّت ماننا۔ فاتحہ۔ نیاز گیارہویں وغیرہ رواج کے طور پر کرنا۔ رواج کے موافق مولود شریف کرنا۔ تبرکات کی زیارت کیلئے عرس کا سا انتظام کرنا۔ یا اس وقت مردوں عورتوں کا خلط یا سامنا ہونا۔ شب برات کو حلوا پکانا یا محرم کو تہوار منانا۔ یا رمضان میں ختم قرآن پر شیرینی ضرور کرکے بانٹنا یا ٹونے ٹوٹکے کرنا۔ یا سیتلا وغیرہ کو ماننا۔ یا فال وغیرہ کھلوانا۔ کسی نجومی یا آسیب سے کوئی بات پوچھنا۔ غیبت کرنا چغلی کھانا۔ جھوٹ بولنا تجارت میں دغا کرنا۔ بدون سخت مجبوری کے ناجائز نوکری کرنا۔ یا جائز نوکری میں کام خراب کرنا۔ عورت کا خاوند کے سامنے زبان درازی کرنا یا اُس کا مال بلا اجازت خرچ کرنا۔ یا بلا اجازت کہیں جانا۔ اور حافظوں کا مُردوں پر قرآن پڑھکر یا تراویح میں قرآن سُنا کر کچھ لینا یا مولویوں کو وعظ پر یا مسئلہ بتلانے پر اُجرت لینا۔ یا بحث و مباحثہ میں پڑنا یا درویش وضع لوگوں کو پیری مریدی کی ہوس کرنا یا تعویذ گنڈوں کا مشغلہ رکھنا۔ یہ ہے مختصر فہرست کرنے نہ کرنے کے کاموں کی اور تفصیل احقر کے رسالوں میں بقدر ضرورت ملے گی فقط۔

چند مفید باتیں منقول کتاب ضیاء القلوب سے

جسکو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکی نے تصنیف فرمایا ہے

درویشی کی راہ چلنے والے کو چاہیے کہ شریعت میں جن باتوں کا حکم ہے ان سب
کی پابندی کرے اور جو باتیں شریعت میں منع ہیں اُن سب سے بچنے کو اپنی ضروری
عادت کر لیوے اور ہر وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلنے کا اہتمام
رکھے، اور جن باتوں کی ممانعت کھلی ہوئی ہے اُن سے بھی اور جن باتوں کے
منع ہونیکا شبہ ہے اُن سے بھی بچتا رہے اور اگر اتفاقاً کوئی گناہ ہو گیا ہو تو
اُس سے جلدی توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی معافی مانگ کر اور
نیک کام کر کے کمی کو پورا کرے اور دو کر وقت پر نہ اٹھا رکھے اور پانچوں وقت
کی نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں پڑھے اور جو باتیں فرض یا واجب یا سنّت
ہیں اُن کو ادا کر کے باقی اوقات کو اپنے دل کی درستی میں گزارے اور کثرت سے
نفلیں اور وظیفے پڑھنے میں نہ پڑے۔ بلکہ دل کی درستی کو اپنا فرض دائمی جانے
(یہ شروع شروع کی حالت میں ہے پھر جب باطن کی درستی کامل ہو جاوے
شیخ کامل سے مشورہ لیکر اور اگر شیخ موجود نہ ہو اپنی سمجھ سے کام لیکر نوافل وغیرہ
کی کثرت کرے ۱۲ مترجم) اور کبھی غفلت نہ ہونے پاوے۔ اگر ذوق شوق اپنے باطن
میں پاوے اللہ کا شکر بجالاوے اور تھوڑے کو بہت سمجھے اور ہر کام کو اللہ کی خوشنودی
کیلئے کرے اور کشف و کرامت سے لذّت نہ لیوے بلکہ بیزار رہے (اور دل سے چاہے
کہ نہ ہو تو اچھا ہے) اور حالت بسط میں شکر کرے اور شریعت نے جو حدیں مقرر کر دی
ہیں اُن کا خیال رکھے اور جب قبض ہو تنگدل اور ناامید نہ ہو اور کام میں لگا رہے
اور سب عبادتوں میں اپنے اوپر گمان بد کر کے کوتاہی کرنے والا جانے اور اپنے باطنی
حال کو جاہل سے نہ کہے اور درویشی کی باتیں علانیہ نہ بیان کرے اور جو شخص ان باتوں
کے سننے کے لائق نہ ہو اُس سے بھی نہ بیان کرے اور جو لائق اس کے ہو اُس سے تنہائی
میں بیان کرے اور اپنے وقتوں کا انتظام رکھے۔ اور اپنی طبیعت کے رنگ بدلنے
سے دُور رہے۔ اور دُنیا کو اور جو کچھ دُنیا میں ہے سب کو دل سے چھوڑ دے ورنہ ہزار
برس تک ذکر و شغل کرنا بھی کام نہ آویگا۔ دل آئینہ ہے غیر خدا کے عکس پڑنے سے بچاوے

اور عزت اور رتبہ کی خواہش سے کہ گمراہی ہے پناہ مانگے اور وقت کو غنیمت جانے اور غفلت میں ضایع نہ کرے کہ وقت جاکر پھر لوٹ نہیں سکتا اور اس راہ میں قدم جوانمردوں کی طرح رکھے اور ادہر اُدہر کا غم اور خوشی الگ کرے کہ یہ راہ درویشی میں اللہ سے روکنے والا ہے اور نا جنس خلاف شرع سے اور اسی طرح جو درویشوں کا منکر ہو اس سے نیز بدعتی سے دُور دُور رہے اور ایسے درویش سے کہ جو سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو دور رہے اگرچہ اُس سے کرامتیں اور ایسی ایسی باتیں ہوتی ہوں جو اور لوگ نہیں کرسکتے ہیں اور اگرچہ آسمان پر اڑتا ہو۔ لوگوں سے ضرورت کے موافق ملے، اور ہر اچھے بُرے کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آوے اور لوگوں سے عاجزی اور انکساری کے ساتھ برتاؤ کرے اور عاجزی کو اپنا لباس بنائے اور کسی پر اعتراض نہ کرے۔ اور بات نرمی کے ساتھ کرے اور سکوت اور تنہائی کو دوست رکھے اور اطمینان کے ساتھ اپنے کام میں لگا رہے۔ اور پریشانی کو دل میں نہ آنے دے اور جو بات پیش آوے اللہ کی طرف سے جانے اور ہمیشہ دل کی نگہبانی رکھے تاکہ خیال غیر خدا کا نہ آنے پاوے۔ اور دین کے کاموں میں نفع پہنچانا اپنے ذمہ ضروری جانے اور ہر کام کرنے سے پہلے اپنی نیت پاک کرے پھر وہ کام کرے۔ اور کھانے پینے میں اوسط درجہ کا خیال رکھے نہ اس قدر زیادتی کرے کہ سستی پیدا ہو نہ اتنی کمی کرے کہ بسبب ضعف کے عبادت سے رہ جاوے اسی طرح ہر کام میں کمی زیادتی سے بچے۔ اور اگر نفس کو تر لقمہ دیا جاوے تو اُس سے کام بھی لیا جاوے اور بہتر تو یہ ہے کہ کھانا اپنی کمائی کا ہو اور اگر توکل کرے تو بھی اچھا اور مناسب ہے بشرطیکہ کسی سے اُمیدوار نہ رہے اور دل کو غیر اللہ کے تعلق سے پاک رکھے۔ اور کسی سے امید اور خوف حق تعالیٰ کے سوا نہ رکھے اور غیر خدا سے دلچسپی نہ کرے اور خدا تعالیٰ کی تلاش میں بےچین رہے۔ بدون اُسکے نہ آرام ہو نہ راحت اور جس جگہ رہے خدا کی یاد میں رہے، اور خدا کی نعمت پر تھوڑی ہو یا زیادہ شکر کرے اور محتاجگی اور فاقہ اور ہاتھ خالی رہنے اور روزی کم ہونے سے پریشان نہ ہو بلکہ اسمیں اپنی عزت اور فخر جانے اور یہ سمجھکر شکر بجا لاوے کہ یہ درجہ نبیوں اور ولیوں کا ہے

جو کہ مجھ کو عنایت فرمایا ہے اور اپنے تعلق والوں کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا برتاؤ کرے
اور اُنکی خطاؤں سے درگذر کرے اور عذر انکا قبول کرے اور لوگوں کی بدگوئی سے پرہیز
کرے اور عیب آدمیوں کے چھپا دے اور اپنا عیب پیش نظر رکھے اور سب مسلمانوں کو
اپنے سے اچھا جانے اور کسی سے بحث اور تکرار نہ کرے اگرچہ اپنی ہی بات ٹھیک
ہو اور مہمانداری اور مسافر کی خدمتگزاری اپنا پیشہ بنائے اور غریبوں اور مسکینوں کی
صحبت پسند کرے اور عالموں اور نیک لوگوں کی خدمت کرنے کو اپنی عزت جانے
اور جو کچھ میسر آوے اُسکے موقع پر خرچ کرے تاکہ باطنی نقصان نہ پہنچے۔ اور دل کا لگاؤ
کسی چیز کے ساتھ نہ رکھے اور اُس کا ہونا نہ ہونا دونوں برابر سمجھے اور غریبوں کا سا لباس
دل سے پسند کرے اور جتنا کپڑا یا کھانا ملے اس پر قناعت کرے اور دوسروں کے نفع
کو اپنے نفع پر مقدم سمجھے اور بھوک اور پیاس کو کہ خدائی غذا ہے دل سے پسند کرے اور
کم ہنسے اور بہت روئے اور اللہ کے عذاب اور اُسکی بے نیازی سے ڈرتا اور کانپتا رہے
اور موت کو جو کہ غیر خدا کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینکدینے والی ہے۔ ہر وقت اپنے سامنے رکھے
اور دوزخ سے کہ جُدائی کی جگہ ہے پناہ مانگے اور بہشت کو کہ وصال کی جگہ ہے طلب
کرے اور محاسبہ کو اپنے ذمّہ لازم کرے اور ان کا محاسبہ بعد مغرب اور رات کا محاسبہ
بعد صبح کے کیا کرے۔ اور محاسبہ اسکو کہتے ہیں کہ اس کا حساب کرے کہ رات دن
میں مجھسے کتنی نیکیاں اور کتنی بدیاں ہوئی ہیں۔ نیکی پر شکر کرے اور بدی پر توبہ کرے
اور اللہ سے معافی مانگے۔ اور سچ بولنا اور حلال مال کھانا اپنی وضع بنائے۔ اور کھیل
کود کی محفل میں جو کہ خلاف شرع ہو حاضر نہ ہو اور جہالت کی رسموں سے پرہیز کرے
اور دوستی و دشمنی خفگی رضامندی جو کچھ ہو اللہ ہی کے لئے ہو۔ اور کسی پر دست درازی
نہ کرے اور لالچ نہ کرے۔ شرم والا۔ کم بولنے والا۔ کم رنجیدہ ہونے والا۔ صلح پسند اللہ
کی فرمانبرداری کرنے والا۔ نیکی کرنے والا۔ نیک چلن چھچھوری باتوں سے بچنے والا۔ برداشت
کرنے والا رہے۔ بس یہ ہیں علامت نیک خصلت کی اور اچھی صفتیں۔ اور یہ بھی چاہئے
کہ جو شخص ان سب باتوں کو حاصل کرے ان پر مغرور نہ ہو۔ اور اپنے اوپر نیک گمان نہ

کرے۔ اور یہ بھی چاہیئے کہ اولیاء اللہ کے مزاروں اور بزرگوں کی زیارت سے مشرف ہوتا رہے۔ اور جب دل فارغ ہو اُس وقت اُن کی قبروں کے پاس بیٹھکر انکی روح کی طرف توجہ کرے اور انکی روحانیت کو اپنے مرشد کی صورت میں خیال کر کے فیض حاصل کرے اور برکت لیوے (یہ فیض لینا خاص لوگوں کیلئے ہے عام نہیں ۱۲ مترجم) اور کبھی کبھی عام مسلمانوں کی قبروں پر جاکر اپنی موت یاد کرے اور فاتحہ پڑھکر اُن کو ثواب بخشے اور اپنے مرشد کے حکم کو اور اُس کے ادب کو بجائے اللہ اور رسولؐ کے حکم اور ادب کو جانے۔ اس لئے کہ یہ حضرات اللہ و رسولؐ کے نائب ہیں (بجائے کا یہ مطلب نہیں کہ انکی برابر بلکہ مطلب یہ ہے کہ مرشد کی شان کے لائق اُس کے احکام شرع میں چون وچرا نہ کرے۔ اور اُس کا دل نہ دکھاوے۔ ۱۲ مترجم)

ملفوظ در تسہیل طریق سلوک ملقب بہ

السلسبیل لعابری السبیل

من مقالات شریفہ حضرت اشرف العلماء حکیم الامت مجدد الملت قطب الارشاد مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب جنہم فیوضہم العالی۔ ضبط کردہ احقر خواجہ عزیز الحسن عفی عنہ مرقومہ ۷ محرم ۱۳۴۵ھ

عرض کیا گیا کہ حضرت جو فرمایا کرتے ہیں کہ اعمال مامور بہا سب اختیاری ہیں اور اختیاری امور میں کوتاہی کا علاج بجز ہمت اور استعمال اختیار کے اور کچھ نہیں۔ تو یہ تو بظاہر بہت معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے پھر طریق میں اہمیت ہی کیا رہی۔ فرمایا کہ ہے تو یہ معمولی اور موٹی بات لیکن لوگوں کو اس کی جانب التفات نہیں حالانکہ اسی پر دار و مدار ہے تمام اصلاحات کا اور یہی ہے اصل علاج تمام کوتاہیوں کا۔ عرض کیا گیا کہ جب آدمی باوجود کوشش کے اپنی اصلاح سے عاجز ہو جاتا ہے تب ہی تو اس کی تدابیر اور معالجہ پوچھتا ہے۔ تو اُس سے پھر بھی یہی کہدینا کہ ہمت اور اختیار سے کام لو کیونکر کافی ہو سکتا ہے کیونکہ ہمت اور استعمال اختیار کی اُسے توفیق ہی نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ دیکھنا یہ ہے کہ وہ

استعمال اختیار پر قادر ہے یا نہیں۔ ضرور قادر ہے ورنہ نصوص کی تکذیب لازم آتی ہے جب استعمال اختیار پر قادر ہے تو ہمت کرکے اختیار کا استعمال کرے جب اختیار کا استعمال کریگا تو کامیابی لازم ہے ناکامیابی کی کوئی صورت ہی نہیں البتہ دشواری اور کلفت ضرور ہے۔ عرض کیا گیا۔ کہ واقعی قدرت اور اختیار کا تو انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن جب دشواری اور کلفت کی وجہ سے اس کے استعمال ہی کی نوبت نہ آئی تو وہ اختیار مفید ہی کیا ہوا۔ کیونکہ نتیجہ تو وہی ہوا جو عدم اختیار کی صورت میں ہوتا یعنی عدم صدور اعمال۔ فرمایا کہ جب علاج پوچھا جائیگا۔ تب تو وہی بتایا جائیگا جو در اصل علاج ہے۔ رہی خود اس علاج کے استعمال کی دشواری سو جب اس کے متعلق سوال کیا جائیگا اسوقت اسکا جواب دیا جائیگا۔ عرض کیا گیا کہ اب سوال کیا جاتا ہے۔ اس استفسار پر فرمایا کہ اختیاری امور میں کوتاہی کا علاج بجز ہمت اور استعمال اختیار کے اور کچھ نہیں۔ البتہ اس استعمال اختیار میں کلفت اور دشواری ضرور ہوتی ہے۔ سو اسکا علاج بھی یہی ہے کہ باوجود کلفت کے ہمت اور اختیار سے برابر بتکلف اور بجبر کام لیتا رہے۔ رفتہ رفتہ وہ کلفت مبدل بہ سہولت ہو جائیگی۔ ساری ریاضت اور سارے مجاہدے بس اسی لئے کئے جاتے ہیں۔ کہ اختیار اوامر اور اجتناب نواہی میں سہولت پیدا ہو جائے۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ خلوص اور ہمت بس یہ دو چیزیں ما حصل ہیں سارے تصوف کا اور ساری پیری مریدی کا۔ کیونکہ اگر ہمت نہوگی تو عمل ہی نہوگا۔ اور اگر خلوص نہوا تو عمل ناقص ہوگا۔ اگر ان دو چیزوں کو جمع کرلیا جائے تو پھر شیخ کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ شیخ بھی بس انہیں دو چیزوں کی تعلیم کرتا ہے۔ دفع کلفت اور تحصیل سہولت کا جو یہ طریق ارشاد فرمایا۔ کہ بہ تکلف ہمت اور اختیار سے کام لیتا رہے۔ رفتہ رفتہ سہولت ہونے لگے گی۔ اسکے ضمن میں یہ بھی فرمایا۔ کہ ہر کام شروع میں مشکل ہوتا ہے۔ مگر کرتے کرتے مشق ہو جاتی ہے اور پھر نہایت سہولت کے ساتھ ہونے لگتا ہے جیسے سبق شروع میں دشوار ہوتا ہے۔ مگر رٹتے رٹتے یاد ہو جاتا ہے۔ اگر شروع کی کلفت اور تعب کو دیکھکر ہمت ہار دی تو پھر کوئی صورت ہی کامیابی کی نہیں اور اگر برداشت کرلی تو چند روز

تکلف

کے بعد دیکھے گا کہ سہولت کے ساتھ وہ عمل ہونے لگیگا۔ ع چند روزے جہد کن باقی بخند

جب حضرت یہ بیان فرما رہے تھے۔ کہ اخلاص وہمت خلاصۂ تصوف ہیں۔ تو ایک صاحب نے عرض کیا۔ کہ کیا اخلاص بھی اختیاری ہے۔ فرمایا کہ جب مامور بہ ہے تو ضرور اختیاری ہے کیونکہ غیر اختیاری امور کا شریعت نے مکلف ہی نہیں فرمایا۔ اور اختیاری کیوں نہوتا کیا گھی کا خالص رکھنا اختیار میں نہیں۔ اس میں چربی نہ ملائے تیل نہ ملائے بس وہ گھی بقول عوام (ظرافت کے لہجے میں) نخالص ہے یعنی خالص ہے۔ اور عبادت کی خالص رکھنے ہی کو اخلاص کہتے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ شیخ کی دعا وبرکت کو بھی تو بہت بڑا دخل ہے اصلاح میں۔ فرمایا کہ برکت کا انکار نہیں۔ مگر اس کا درجہ بھی تو متعین کرنا چاہیے اسکا مرتبہ صرف ایسا ہے جیسا عرق سونف کا مرتبہ مسہل میں۔ کہ اس سے اعانت ضرور ہوتی ہے مسہل میں مگر کیا محض عرق سونف بغیر مسہل کے کارآمد ہو سکتا ہے۔ اور مسہل کا کام دے سکتا ہے۔ ہرگز نہیں عرض کیا گیا اس کا تو مشاہدہ ہے کہ شیخ کی دعا وتوجہ کی برکت سے بہت کچھ تغیر اپنی حالت میں محسوس ہونے لگتا ہے۔ فرمایا کہ مسہل میں ادھر عرق سونف پیا ادھر دھڑا دھڑ دست ہونے شروع ہو گئے۔ تو کیا اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اکیلا عرق سونف کافی ہو گیا ہے۔ حضرت نری دعا وبرکت سے کچھ نہیں ہوتا جب تک خود اپنے اختیار کو کام میں نہ لائے۔ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے تو بڑھکر نہ کوئی صاحب برکت ہو سکتا ہے نہ مقبول الدعوات حضرت کے چچا ابو طالب کیسے جان نثار اور عاشق زار تھے۔ حضور نے دعا بھی دل وجان سے کی کہ وہ مسلمان ہوجائیں اصرار بھی فرمایا۔ مگر چونکہ خود انھوں نے نہ چاہا ایمان نصیب نہ ہوا۔ بالکل طبیب اور مریض کی سی مثال ہے اگر مریض دوا نہ پیے تو کیا محض طبیب کی شفقت اور توجہ سے مریض اچھا ہو جائیگا۔ صحت تو اس کے نسخہ ہی سے ہوگی۔ اسی طرح اگر بچہ سبق یاد نہ کرے تو سبق کیسے یاد ہو جائیگا۔ محض استاد کی توجہ سے تو سبق یاد نہیں ہو سکتا۔ وہ تو یاد کرنے ہی سے یاد ہو گا۔ عرض کیا گیا۔ کہ شیخ کی برکت سے توفیق ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ تو میں کہہ ہی چکا ہوں کہ برکت معین ضرور ہے مگر کافی نہیں اس کا دخل دخل اعانت ہے دخل

کفایت نہیں۔ یہانتک کہ محض شیخ کی برکت تو ہرگز کافی نہیں ہوسکتی۔ مگر یہ ہوسکتا ہے کہ محض ہمت اور استعمال اختیار کافی ہو جاوے۔ میں توان باتوں کو علی الاعلان کہتا ہوں خواہ مخواہ میں اپنے متعلقین کو اپنا مقید بنانا نہیں چاہتا۔ اگر کوئی شخص اپنی اصلاح خود کرسکے تو چشم ما روشن دلِ ماشاد خوشی کا مقام ہے۔ کیونکہ ہمارا بوجھ ہلکا ہوا۔ عرض کیا گیا کہ یہ تقریر کہیں اس کے تو خلاف نہ ہو جائے گی۔

بے رفیقے ہر کہ شد در راہِ عشق		عمر بگذشت و نشد آگاہِ عشق	

فرمایا کہ خلاف کیوں ہوتی یہ تو اور ہماری مؤید ہے۔ آگاہِ عشق فرمایا ہے یعنی بلاشیخ کے آگاہ نہ ہوگا۔ علم کا درجہ حاصل نہ ہوگا۔ سواس سے ہمیں کب انکار ہے شیخ راہ بتائیگا مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ گھسیٹ کر لے چلیگا۔ اندھے کو سوانکھا راہ بتاتا ہے۔ گود میں تو اٹھا کر نہیں لیجاتا۔ راستہ تو قطع خود اس کے چلنے ہی سے ہوگا۔ راستہ بتانا تو بیشک شیخ کا کام ہے۔ لیکن اسکا قطع کرنا تو سب ہی کے ذمہ ہے۔ جامع عرض کرتا ہے کہ اس جگہ حضرت کا ایک پرانا ملفوظ یاد آگیا ایک صاحب کو بہت مفصل طور پر راہ سلوک کی حقیقت بیان فرما کر فرمایا کہ الحمد للہ میں تو طالب کو ایک جلسہ میں خدا تک پہونچا دیتا ہوں۔ کیونکہ مقصود کی حقیقت بتلا دینا۔ گویا مقصود ہی تک پہونچا دینا ہے۔ اگر کوئی راستہ بتاوے اور دکھا دے کہ دیکھو وہ چراغ جل رہا ہے۔ تو یہ اسکو گویا چراغ ہی تک پہونچا دینا ہے۔ اب صرف راستہ ہی چلنا باقی رہ جاتا ہے سو یہ طالب کے اختیار میں ہے۔ قدم اٹھاتا چلا جائے مقصود تک پہنچ جائے گا۔

اختیار کے متعلق استفسار پر فرمایا کہ اختیار تو بدیہیات بلکہ محسوسات میں سے ہے اور بدیہیات ومحسوس کیلئے دلائل کی حاجت نہیں ہوا کرتی اختیار کا ہونا تو اتنا ظاہر ہے کہ انسان تو انسان جانوروں تک کو اس کا ادراک ہے۔ دیکھئے اگر کسی کتے کو لکڑی سے مارا جائے تو وہ مارنے والے پر حملہ کرتا ہے نہ کہ لکڑی پر۔ اسکو بھی یہ امتیاز ہوتا ہے کہ کون مختار ہے کون مجبور۔ ہر شخص اپنے وجدان کو ٹٹول کر دیکھ لے کہ جب وہ کوئی ناشائستہ حرکت کرتا ہے تو اسکو خجالت ہوتی ہے۔ اگر وہ اپنے کو مجبور سمجھتا تو پھر خجالت کیوں

ہوتی۔ خجلت تو اپنے اختیاری فعل ہی پر ہوسکتی ہے۔ لہٰذا یہ یقینی ہے کہ انسان مختار بھی اور یہ مسئلہ اختیار اسقدر ظاہر ہے۔ کہ ہر شخص اپنے اندر صفت اختیار کو وجداناً اور طبعاً محسوس کرتا ہے حتیٰ کہ جو جبری ہیں وہ بھی محض قولاً جبری ہیں۔ وجداناً وہ بھی اختیار کے قائل ہیں کسی کو اس سے مجالِ انکار نہیں۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ اس مسئلہ کی کنہ اور حقیقت کسی کو معلوم نہیں، نہ معلوم ہوسکتی ہے۔ مگر کسی شئی کی حقیقت معلوم نہ ہونے سے اس کے وجود کا انکار نہیں کیا جاسکتا ضیاء اور روشنی کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں لیکن اسکا وجود بالکل واضح اور مشاہد ہے کیا اسکے وجود کا کوئی انکار سکتا ہے۔ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت سادہ اور سہل عنوان سے اس مسئلہ جبر و اختیار کو بیان فرمایا ہے فرماتے ہیں ؎

زاری ما شد دلیل اضطرار	خجلت ما شد دلیل اختیار

اگر اضطرار نہیں تو یہ زاری کیوں ہے اور اگر اختیار نہیں تو اپنے کئے پر یہ شرمساری کیوں ہے۔ غرض نہ خالص جبر ہے نہ خالص اختیار ہے اختیار خالص نہ ہونے کے یہ معنی ہیں۔ کہ وہ ماتحت ہے اختیار حق کے مستقل اختیار نہیں ہے۔ بہر حال انسان میں صفت اختیار کا ہونا قطعی ہے جب یہ ہے تو اپنی اصلاح کرنے میں بھی اس صفت اختیار کا استعمال کرنا چاہیئے جب تک یہ نکریگا اصلاح ممکن ہی نہ ہوگی۔ مثلاً کسی میں بخل ہے۔ تو کیا نرے ذکر و شغل یا شیخ کی دعا و توجہ اور برکت سے یہ رذیلہ زائل ہوسکتا ہے ہرگز نہیں۔ یہ رذیلہ تو نفس کی مقاومت ہی سے زائل ہوگا۔ البتہ ذکر و شغل وغیرہ معین ضرور ہوجائیں گے۔ مگر کافی ہرگز نہیں ہوسکتے۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ العزیز جابجا اپنے مکتوبات میں یہی فرماتے ہیں ؎

کار کن کار بگذار از گفتار	کاندریں راہ کار باید کار

کام ہی کرنے سے کام چلتا ہے۔ نری تمناؤں یا نری دعاؤں سے کچھ نہیں ہوتا عرض کیا گیا۔ کہ بعض بزرگوں کی توجہ سے تو بڑے بڑے بدکاروں کی خود بخود اصلاح ہوگئی ہے۔ فرمایا کہ یہ ایک قسم کا تصرف ہے۔ اور ایسا تصرف نہ اختیاری ہے نہ بزرگی کیلئے

لازم۔ بہت سے بزرگوں میں تصرف بالکل بھی نہیں ہوتا۔ اور پھر نیز تصرف کے اثر کو اکثر بقار بھی نہیں ہوتی۔ کچھ دن بعد پھر ویسے کے ویسے ہی بخلاف اس اثر کے جو کہ ہمت اور اعمال کے واسطہ سے ہوتا ہے۔ وہ باقی رہتا ہے۔ توجہ کے اثر کی تو ایسی مثال ہے۔ کہ کوئی شخص تنور کے پاس بیٹھ گیا۔ تو جب تک وہاں بیٹھا ہوا ہے تمام بدن گرم ہے مگر جیسے ہی وہاں سے ہٹا پھر ٹھنڈے کا ٹھنڈا۔ اور اعمال کے ذریعہ سے جو اثر ہوتا ہے۔ وہ ایسا ہے کہ جیسے کسی نے کشتہ طلا کھا کر اپنے اندر حرارت غریزیہ پیدا کرلی۔ تو وہ اگر شملہ پہاڑ بھی چلا جائیگا۔ تب بھی وہ حرارت بدستور باقی رہیگی اور اصل نفع وہی ہے جو باقی رہے۔ غرض نری دعا و توجہ پر بیٹھے رہنا اور خود اپنی اصلاح نہ کرنا محض خیال خام ہے۔ پھر ان شبہات کے پیش کرنے پر مزاحاً فرمایا کہ میں تو گویا یہ طب اکبر لوگوں کے لئے پیش کر رہا ہوں۔ مگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ اس کے ورقوں پر کاغذ چپکا چپکا کر اس کے مضامین کو چھپائے رکھیں۔ عرض کیا گیا کہ جبلت تو کسی کی بدل نہیں سکتی پھر جبلی صفات رذیلہ کی اصلاح کیونکر اختیار میں ہو سکتی ہے فرمایا کہ تعجب ہے کہ آپ کو ابھی تک یہ شبہات ہیں۔ یہ تو فرمایئے کہ مادہ جبلی ہوتا ہے یا فعل بھی جبلی ہوتا ہے۔ یہ تو مانا کہ مادہ اختیار میں نہیں ہے۔ مگر فعل تو اختیار میں ہے وہ تو جبلی نہیں۔ مادہ بیشک زائل نہیں ہوتا مگر اسکے مقتضا پر عمل کرنا نہ کرنا یہ تو اختیار میں ہے۔ اور اسی کا انسان مکلف ہے۔ اور بار بار اس مقتضا کی مخالفت کرنے سے وہ مادہ بھی ضعیف ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ بڑے کام کی باتیں ہیں اور در اصل تعلیم کے لائق یہی باتیں ہیں مگر میں دیکھتا ہوں کہ آجکل ان باتوں کا کہیں تذکرہ نہیں نہ علماء کے یہاں نہ مشائخ کے یہاں تصوف کی ایک مبہم صورت بنا رکھی ہے اسی وجہ سے مدت سے اس کی حقیقت مستور چلی آتی تھی۔ مگر الحمد للہ اسوقت ایسا وضوح ہو گیا ہے کہ کوئی خفا اور التباس کسی قسم کا اس میں باقی نہیں رہا۔ مجھے تو بحمد اللہ کسی مسئلہ تصوف میں مطلق شبہ یا خلجان نہیں ہوتا۔ نہ طالب کی کسی حالت کی حقیقت معلوم کرنے میں نہ اس کی اصلاح کی تدابیر تجویز کرنے میں۔ خواہ کسی کی کیسی ہی الجھی ہوئی حالت ہو میں خیر خواہی سے

عرض کرتا ہوں۔ کہ اس وضوح کو اس زمانہ میں غنیمت سمجھ کر اس کی قدر کرنی چاہئے
اور اس سے منتفع ہونا چاہیئے جامع عرض کرتا ہے۔ کہ ایک زمانہ میں حضرت نے طریق
اصلاح کا خلاصہ ایک طالب کو جنہوں نے اپنے اندر صدہا عیوب کا ہونا بیان کیا تھا
اور اپنی اصلاح سے مایوسی ظاہر کی تھی۔ صرف استحضار اور ہمت تجویز کیا تھا۔ اور
اس سے اُن کو بہت نفع ہوا تھا۔ اُس تجویز کا اور اس تقریر کا حاصل ایک ہی ہے دونوں
ایک ہی معنوں کے عنوان ہیں۔ اخلاص اور ہمت میں بھی اصل چیز ہمت ہے کیونکہ
اخلاص پیدا کرنے کے لئے بھی ہمت ہی کی ضرورت ہوگی۔ اور ہمت کا معین استحضار
ہے۔ اور استحضار کی صورتیں مختلف ہیں جو صورت شیخ تجویز کردے اسپر عمل کرے
مثلاً ہر کوتاہی پر دس یا کم و بیش نفل بطور جرمانہ ادا کرنا تاکہ جب دوسرا موقع کوتاہی کا
پیش آئے جرمانہ کے خوف سے استحضار کی کیفیت پیدا ہو جائے۔ اور جب استحضار
ہو جائے فوراً ہمت سے کام لے اور تقاضائے نفس کو مغلوب کرے اگر استحضار
اور ہمت کا اہتمام رکھے گا انشاء اللہ تعالیٰ کوتاہیوں سے محفوظ رہے گا۔ اور رفتہ
رفتہ پوری اصلاح ہو جائے گی۔ طالب مذکور کیلئے علاوہ جرمانہ مذکورہ کے میں نے
ہر روز مطالعہ نزہتہ البساتین بھی تجویز کیا تھا جسمیں ایک ہزار حکایات اولیاء اللہ
کی درج ہیں اُن سے بھی علاوہ برکت کے بہت کچھ قوت استحضار اور ہمت کو پہنچتی ہے
نیز جامع عرض کرتا ہے کہ احقر نے حضرت کی اس تجویز استحضار و ہمت کو بوجہ نہایت
نافع ہونے کے ایک شعر میں محفوظ کر لیا تھا۔ وھو ھذا ۵

جو گر حضرت نے فرمایا ہے استحضار و ہمت کا سراسر نسخۂ اکسیر ہے اصلاح امت کا

بس اب اتمام حجت ہو چکا۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ ۵

تسہیل رسالہ الیم فی السم طریق سلوک کے بیان میں

یہ ایک خط کا جواب ہے جس میں ایک صاحب نے یہ پوچھا تھا کہ کوئی ایسا وظیفہ بتلادیا

ع ۵ از مولوی عمر احمد صاحب تھانوی سلمہ ۱۲ منہ ۵ یہ رسالہ رسالہ سابق کا ضمیمہ ہے ۱۲

جائے جس سے خود بخود نیک کام کثرت سے ہونے لگیں کہ اسکی ضرورت نہ رہے کہ نفس پر جبر کیا جاے ایسے ہی گناہوں سے نفس خود بخود بچنے لگے یعنی اسکی ضرورت نہ رہے کہ اسکو روک ٹوک کیجائے اس خط کا جواب یہاں سے حسب ذیل دیا گیا کہ نیکی کرنا اور گناہ کرنا یہ دونوں باتیں ایسی ہیں جو بندہ کے اپنے اختیار میں ہیں ان میں وظیفہ کو کچھ بھی دخل نہیں وظیفہ ایسی جگہ کام دیتا ہے جہاں بندہ کے اپنے اختیار کو کوئی دخل نہ ہو۔ رہا وظیفہ کے علاوہ اور کوئی طریقہ سو ایسی باتوں میں جن میں بندہ کے اپنے اختیار کو دخل ہو اس کے سوا اور کچھ طریقہ نہیں کہ اپنے اختیار سے کام لے البتہ اپنے اختیار کو آسانی سے کام میں لانے کے لیئے اسکی ضرورت ہے کہ کچھ مجاہدہ کرے جسکی حقیقت یہ ہے کہ اپنے نفس کے خلاف پر عمل کرے اگر مثلاً نفس یہ کہتا ہے کہ فلاں کے پاس جانا چاہیئے تو نفس کی مخالفت کر کے وہاں نہ جائے ؟ اس مجاہدہ پر ہمیشہ عمل کرتے رہنے سے کچھ دنوں بعد آہستہ آہستہ اپنے اختیار پر عمل کرنے کی صلاحیت اور اس میں آسانی اور سہولت پیدا ہو جاتی ہے یہی حاصل ہے تمام سلوک کا میں نے اس جگہ تمام فن سلوک لکھدیا ہے۔

(**نوٹ**) جب مرید میں یہ صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ آسانی کے ساتھ اپنے اختیار سے عمل پر قادر ہو جاتا ہے تو اس کے بعد شیخ کے صرف دو کام باقی رہجاتے ہیں۔ (۱) بعض نفس کے امراض جیسے تکبر عجب ریا حرص وغیرہ کا تشخیص کرنا کہ اس شخص میں یہ عیب ہے اور (۲) دوسرے ان امراض کے علاج کے واسطے کچھ مجاہدے طریقے تجویز کرنا جنسے یہ امراض اور عیوب جاتے رہیں ؟ واللہ اعلم۔

ملفوظ از مولانا اشرف علی صاحب
تھانوی سلمہ ۱۲

تسہیل رسالہ الطم فی السم

اصلاح کی حقیقت کے بیان میں

[illegible] + ۱۲

جو ایک صاحب کو بطور خط کے لکھا گیا تھا،

تمام اصلاح کا حاصل یہ ہے کہ ایسے کاموں کے پیچھے نہ پڑے جو اسکے اختیار اور قبضہ میں نہ ہوں اور ایسے کاموں میں سستی نہ کرے جو اسکے اختیار اور قبضہ میں ہوں بلکہ اپنی ہمت سے کام لے اور اگر ہمت کے باوجود پھر بھی کچھ کوتاہی ہو جائے تو حق تعالیٰ سے معافی چاہے اور آئندہ کیلئے توبہ کرے اور یہ دعا کرے کہ اے اللہ مجھے اس کمی کو پورا کرنے کی توفیق دے اسی کا نام اصلاح ہے؟ فقط +

بعضے آداب شیخ از رسالہ آداب الشیخ والمرید

شرط (۱) شیخ کے لئے یہ شرط ہے کہ مرید کو آزاد نہ چھوڑے کہ جہاں چاہے چلا جائے بلکہ جب گھر سے نکلے تو اجازت لیکر نکلے اور جس کام کے لئے جائے شیخ کی اجازت سے جائے۔

شرط (۲) شیخ کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ مرید کو ہر لغزش پر جو اس سے صادر ہو تنبیہ و زجر و توبیخ کرے اور اس میں عفو و سامحت کو راہ نہ دے اور اگر عفو[ف] سے کام لیا تو اس نے مقام (شیخوخت) کا حق ادا نہ کیا جس پر وہ قائم ہے بلکہ وہ ایک بادشاہ ہے جو اپنی رعیت سے خیانت کرتا ہے اور اپنے رب کی حرمت و عظمت پر قائم نہیں۔

شرط (۳) منجملہ شرائط شیخ کے ایک یہ بھی ہے کہ مرید سے عہد لے کہ وہ شیخ سے کوئی خطرہ قلبی یا حال باطنی پوشیدہ نہ رکھے گا اور جبکہ طبیب جڑی بوٹیوں کی صورت و خواص سے واقف نہو اور ترکیب ادویہ کو نہ جانتا ہو تو وہ مریض کیلئے مہلک ہے اسلئے کہ خواص کا علم بغیر صورت پہچاننے کے کافی نہیں دیکھئے اگر کوئی دوا فروش (عطار) مریض کا دشمن ہو اور اس کو ہلاک کرنا چاہتا ہو طبیب اس کے لئے حسب تجویز دوا طلب کرے مگر وہ دوا کی صورت و حقیقت کو پہچانتا نہیں اگر اسوقت عطار اس کو کوئی ایسی چیز دیدے جس سے مریض ہلاک ہو جائے اور طبیب بوجہ

[ف] عفو سے مراد عدم مواخذہ ہے ۱۲ +

ناواقفیت کے وہی دوا مریض کو پلادے اور مریض ہلاک ہو جاوے تو اُس کا گناہ عطار اور طبیب دونوں کی گردن پر ہوگا کیونکہ طبیب کا فرض تھا کہ وہ کوئی ایسی چیز نہ پلائے جس کی حقیقت و صورت کو نہ جانتا ہو ایسے ہی شیخ جبکہ صاحب ذوق نہ ہو اور طریق کو محض کتب تصوف دیکھکر یا لوگوں سے سن سنا کر حاصل کیا اور وجاہت و ریاست کیلئے مریدوں کی اصلاح و تربیت کرنے بیٹھ گیا تو وہ مرید کیلئے مہلک ہے اس لئے کہ وہ طالب سالک کے مصدر و مورد اور تغیر حالات کو نہیں سمجھتا اس لئے ضروری ہے کہ شیخ کو انبیاء علیہم السلام کا دین اور اطباء کی تدبیر اور بادشاہوں کی سیاست حاصل ہو اُس وقت اُس کو اُستاد کہا جاسکتا ہے اور شیخ پر واجب ہے کہ کسی مرید کو بغیر امتحان و آزمائش کے قبول نہ کرے۔

شرط (۴) اور شیخ کے شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ مرید کے سانس اور حرکت کا محاسبہ کرے اور جتنا اُس کو مطیع و متبع دیکھے اس پر اس معاملہ میں تنگی کرے کیونکہ یہ راستہ ہی شدت کا ہے اس میں نرمی کو دخل نہیں کیونکہ رخصتیں تو عوام کیلئے ہیں اسلئے کہ وہ تو صرف اس پر قناعت کرتے ہیں کہ ان پر اسلام و ایمان کا نام آجائے اور صرف ان چیزوں کو ادا کرتے رہیں جو اللہ تعالیٰ نے انپر فرض کی ہیں اور جو شخص اعلیٰ درجہ کو اور عوام کے مرتبہ سے زیادتی کو طلب کرتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کے حاصل کرنے میں سختیاں برداشت کرے۔ ؏۱

شرط (۵) اور شیخ کے شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ مشیخت (پیری) کی جگہ پر اُس وقت تک نہ بیٹھے جب تک اُس کو کوئی شیخ (پیر) اس جگہ پر خود نہ بٹھائے یا حق تبارک و تعالیٰ خود اُس پر الہام فرماویں اور اُس کے ساتھ حق تعالیٰ کا یہی معاملہ ہو کہ بلاواسطہ ؏۲

؏۱ اس زمانہ کے طالبین کی حالت تھی اب تو فرائض کی مشقت کو بھی جو کہ معتد بہ مشقت بھی برداشت نہیں کرتے اسیلئے شیخ کی سیاست کو گراں سمجھتے ہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے فرائض کو صرف ظاہری ارکان اسلام میں اور اُن میں بھی صرف صورت کے درجہ میں منحصر سمجھ رکھا ہے ۱۲

؏۲ حضرت دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ اس میں شرط یہ ہے کہ اُس زمانہ کے مشائخ طریقت اسکو قبول کرلیں ۱۲

شیخ تربیت کیجاتی ہو۔

شرط (۶) منجملہ شرائط شیخ ایک یہ بھی ہے کہ جب کسی مسئلہ میں کلام کرے اور اُس کے مقابلہ میں کوئی جھگڑا کرنے والا کھڑا ہو جائے تو اپنے کلام کو قطع کرے اور جب تم کسی شیخ کو دیکھو کہ وہ مرید کو آزاد چھوڑے ہوئے ہے۔ اور مرید اُس کے مقابلہ (یعنی مخاطبہ) میں ادلہ شرعیہ یا عقلیہ سے استدلال کرتا ہے اور شیخ اُس کو زجر توبیخ نہیں کرتا تو سمجھ لو کہ وہ تربیت میں خیانت کر رہا ہے اور شیخ کیلئے اولیٰ یہ ہے کہ جب وہ کسی مرید کو دیکھے کہ وہ نظریات میں اپنی عقل کا استعمال کرتا ہے اور شیخ نے جو کچھ اُس کو بتلایا ہے اس میں شیخ کی رائے کی طرف رجوع نہیں کرتا تو چاہیئے کہ اُس کو اپنی مجلس یا خانقاہ سے نکال دے اس لئے کہ وہ دوسرے مریدوں کو بھی خراب کر دیگا اور خود کوئی فلاح نہ پائیگا اس لئے کہ مریدین تو عرائس اللہ ہیں یعنی دلہنوں اور حورن کی طرح اپنے خیموں میں مقصور ہیں ہر منظر و مجلس سے اپنی نظر بچانے والے ہیں سوا اس منظر کے جس کی طرف ان کا شیخ اُن کو لیجا رہا ہے اور شیخ کے ذمہ واجب ہے کہ جب یہ سمجھے کہ کسی مرید کے قلب میں سے اس کی حرمت اور بڑائی نکل گئی تو اُس کو اپنی سیاست کے ذریعہ اپنے گھر سے نکالدے کیونکہ وہ سب سے بڑا دشمن ہے جیسا کسی شاعر نے کہا ہے ؎

احذر عدوک مرۃ اپنے دشمن سے ایک مرتبہ ڈر	واحذر صدیقک الف مرۃ اور دوست سے ہزار مرتبہ ڈرو

اس لئے بسا اوقات دوست منقلب ہو کر دشمن بنجاتا ہے تو وہ نقصان پہنچانے کے راستہ زیادہ جانتا ہے اور ایسے شخص کیلئے ظواہر شریعت اور عام طریق عبادت کا اشتغال واجب ہے اور ایسے مرید کے درمیان اور اپنے تمام متعلقین اولاد و اعزہ کے درمیان دروازہ آمد و رفت و میل ملاقات بند رکھے کیونکہ مرید کیلئے کوئی چیز اُس شخص کی صحبت سے زیادہ مضر نہیں جو اس طریق کا قائل یا پابند نہو (جیسا کہ یہ بدر کردہ مرید ہو گیا)۔

شرط (۷) اور شیخ کے آداب لازمہ میں سے یہ بھی ہے کہ جب مرید اُس سے کوئی

اپنا خواب بیان کرے یا کوئی کشف و مشاہدہ جو پیش آیا ہو ظاہر کرے تو اُسکی حقیقت
اُس کے سامنے ہرگز ظاہر نکرے لیکن اُس کو ایسے اعمال بتلادے جس سے اُس کی
مضرت وحجاب دفع ہو جاوے (یہ اُس وقت ہے جبکہ خواب وکشف کسی امر مضر کے
متعلق ہو) یا اُس کو اُس سے اعلیٰ حال کی طرف متوجہ کردے (اور یہ اُسوقت ہے
جبکہ خواب اور کشف سے کوئی امر مفید ثابت ہو) اور غرض اس کی یہ ہے کہ مرید کو
اپنے اس حال سے بڑائی پیدا نہو جائے (نیز تاکہ تفتیش کیفیات کی اُس کو عادت
نہو جاوے جو کہ مضر طریق ہے) اور جب شیخ مرید کے خواب یا کشف وغیرہ (کی حقیقت)
پر کلام کرے تو اُس کے حق میں بُرائی کرے گا کیونکہ مرید کے قلب سے اُسی قدر شیخ
کی حرمت کم ہو جاوے گی جس قدر اُس سے کلام میں بے تکلفی کرے گا اور جس قدر حرمت
کم ہو گی اُسی قدر اُس کے اتباع سے انکار پیدا ہو گا اور جب اتباع اور اخذ تربیت
سے انکار پیدا ہو گا تو عمل بھی جاتا رہے گا اور جب عمل نہ رہے گا (حق تعالیٰ اور اُسکے
درمیان) حجاب حائل ہو کر مردود ہو جاوے گا اور طریق سے نکل جاوے گا۔ پھر اُسکی
مثال کتے کی سی ہو جاوے گی ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے
اس سے عافیت طلب کرتے ہیں۔ اللّٰھم آمین۔

شرط (۸) اور شیخ کی شرائط وآداب میں سے یہ بھی ہے کہ مرید کو کسی کے پاس نہ
بیٹھنے دے سوائے اُن برادران طریقت کے جو اُس کے ساتھ اس کام میں اسی
شیخ کے زیر حکم جمع ہیں (اور اُس کو ہدایت کرے کہ نہ وہ کسی سے ملنے جائے
اور نہ اُس کے پاس کوئی ملنے کے لئے آئے اور کسی سے اچھا یا بُرا کلام نہ کرے
اور جو کچھ اُس کو حال پیش آئے یا کرامت ظاہر ہو تو اپنے برادران طریقت میں
بھی کسی سے بیان نہ کرے اور اگر شیخ مرید کو ان افعال میں سے کسی فعل کے کرنے
پر آزاد چھوڑ دے تو اُس کے حق میں بُرائی کرتا ہے۔

شرط (۹) شیخ کے لوازم میں سے یہ بھی ہے کہ اپنے ہر مرید کے لئے ایک گوشہ

ع اور چونکہ اس حقیقت پر کلام کرنا غیر ضروری تھا غیر ضروری کلام سے بے تکلفی بڑھ جاتی ہے ۱۲ منہ

تنہائی مقرر کردے جو اُس کے لئے مخصوص ہو دوسرا کوئی اُس میں نہ جاسکے اور شیخ کو چاہیئے کہ مریدین کو آپس میں بھی اپنی مجلس کے علاوہ جمع نہ ہونے دے اور جو شیخ اس میں مسامحت کرے وہ مریدین کے حق میں بُرا کرتا ہے۔

بعضے آداب از آداب المعاشرة

ادب (۱) جب کسی کے انتظار میں بیٹھنا ہو ایسے موقع پر اور اس طور سے مت بیٹھو کہ اس شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ تم اس کا انتظار کر رہے ہو اس سے خواہ مخواہ اس کا دل مشوش ہو جاتا ہے اور اسکی یکسوئی میں خلل پڑتا ہے بلکہ اُس سے دور اور نگاہ سے پوشیدہ ہو کر بیٹھو۔

ادب (۲) بعضے آدمی صاف بات نہیں کہتے تکلف کے کنایات کو استعمال کو ادب سمجھتے ہیں۔ اس لئے بعض اوقات مخاطب نہیں سمجھتا یا غلط سمجھتا ہے جس سے فی الحال یا فی المآل پریشانی ہوتی ہے بات بہت واضح کہنا چاہیئے۔

ادب (۳) بعضے آدمی بلاضرورت دوسرے شخص کی پشت کے پیچھے بیٹھ جاتے ہیں اس سے دل الجھتا ہے

ادب (۴) بعض اوقات بعض خدمت دوسرے سے لینا پسند نہیں ہوتا۔ سو ایسی خدمت پر اصرار نہ کرنا چاہیئے کہ خود مخدوم کو تکلیف ہوتی ہے اور یہ بات اس مخدوم کی صریح ممانعت یا قرائن سے معلوم ہو جاتی ہے

ادب (۵) مشغول آدمی کے پاس بیٹھکر اس کو مت تکو کہ اس سے دل بٹتا ہے اور دل پر بوجھ معلوم ہوتا ہے بلکہ خود اس کی طرف متوجہ ہو کر بھی مت بیٹھو۔

ادب (۶) کسی کا خط جس کے تم مکتوب الیہ نہو مت دیکھو نہ حاضرانہ جیسے بعضے آدمی لکھتے میں دیکھتے جاتے ہیں اور نہ غائبانہ۔

ادب (۷) ہدیہ کے آداب میں یہ ہے کہ اگر کچھ درخواست کرنی ہو تو ہدیہ نہ دے اسمیں مہدی الیہ گویا تو مجبور ہونا پڑتا ہے یا ذلیل۔

ادب (۸) خواہ مخواہ پیٹھ کے پیچھے بیٹھنا سخت بار معلوم ہوتا ہے تعظیم کے لئے ہر نشست و برخاست کے موقع پر اکثر باوجود ضرورت اٹھنے سے مانع ہوتا ہے نہیں چاہئے۔

ادب (۹) وظیفہ پڑھتے وقت خاص طور سے قریب بیٹھکر انتظار کرنا قلب کو متعلق کر کے وظیفہ کو مختل کرتا ہے البتہ اپنی جگہ بیٹھا رہے تو کچھ حرج نہیں۔

ادب (۱۰) بات ہمیشہ صاف اور بے تکلف کہدے تکلف کی تمہید وغیرہ نہ کرے۔

ادب (۱۱) کوئی اپنا بزرگ کسی کام کی فرمائش کرے تو اس کو انجام دیکر اطلاع بھی دینا چاہئے تاکہ اس بزرگ کو انتظار سے انتشار نہو۔

ادب (۱۲) اگر کسی سے ملنے جاؤ تو وہاں اتنا مت بیٹھو یا اس سے اتنی دیر باتیں مت کرو کہ وہ تنگ ہو جاوے یا اس کے کسی کام میں حرج ہونے لگے۔

ادب (۱۳) جب تم سے کوئی کسی کام کو کہے تو اس کو سنکر ہاں یا نہیں ضرور زبان سے کچھ کہدیا کرو کہ کہنے والے کا دل ایک طرف ہو جاوے نہیں تو ایسا نہ ہو کہ کہنے والا تو سمجھے کہ اس نے سن لیا ہے اور تم نے سنا نہ ہو یا وہ سمجھے کہ تم یہ کام کرو گے اور تم کو کرنا منظور نہ ہو تو ناحق دوسرا آدمی بھروسہ میں رہا۔

ادب (۱۴) کسی کے گھر میں مہمان جاؤ تو اس سے کسی چیز کی فرمائش مت کرو بعضی دفعہ چیز ہوتی ہے بے حقیقت مگر وقت کی بات ہے گھر والا اس کو پوری نہیں کرسکتا ناحق اس کو شرمندگی ہوگی۔

ادب (۱۵) جہاں اور آدمی بیٹھے ہوں وہاں بیٹھکر تھوکو مت ناک مت صاف کرو اگر ضرورت ہو تو ایک کنارے جاکر فراغت کر آؤ۔

ادب (۱۶) کھانا کھاتے میں ایسی چیزوں کا نام مت لو جس سے سننے والوں کو گھن پیدا ہو۔ بعضے نازک مزاجوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔

ادب (۱۷) بیمار کے سامنے یا اس کے گھر والوں کے سامنے ایسی باتیں مت

کرو جس سے زندگی کی ناامیدی پائی جائے ناحق دل ٹوٹے گا۔ بلکہ تسلی کی باتیں کرو کہ انشاء اللہ تعالیٰ سب دکھ جاتا رہے گا۔

ادب (۱۸) اگر کسی کی پوشیدہ بات کرنی ہو اور وہ بھی اس جگہ موجود ہو تو آنکھ سے یا ہاتھ سے ادھر اشارہ مت کرو ناحق اس کو شبہ ہوگا اور یہ جب ہے کہ اس بات کا کرنا شرع سے درست بھی ہو اور اگر درست نہ ہو تو ایسی بات ہی کرنا گناہ ہے

ادب (۱۹) بدن اور کپڑے میں بدبو پیدا نہ ہونے دو اگر دھوبی کے گھر کے دھلے ہوئے کپڑے نہ ہوں تو بدن ہی کے کپڑوں کو دھو ڈالو۔

ادب (۲۰) آدمیوں کے بیٹھے ہوئے جھاڑو مت دلواؤ۔

ادب (۲۱) مہمان کو چاہیئے کہ اگر پیٹ بھر جاوے تو تھوڑا سالن روٹی دستر خوان میں ضرور چھوڑ دے تاکہ گھر والوں کو یہ شبہ نہ ہو کہ مہمان کو کھانا کم ہوگیا اس سے وہ شرمندہ ہوتے ہیں۔

ادب (۲۲) راہ میں چارپائی یا پیڑھی یا اور کوئی برتن اینٹ وغیرہ مت ڈالو

ادب (۲۳) بچوں کو ہنسی میں اچھالو مت اور کسی کھڑکی وغیرہ سے مت لٹکاؤ شاید گر پڑیں۔

ادب (۲۴) پردہ کی جگہ کسی کے پھوڑا پھنسی ہو تو اس سے مت پوچھو کہ کہاں ہے۔

ادب (۲۵) گٹھلی چھلکا کسی آدمی کے اوپر سے مت پھینکو۔

ادب (۲۶) کسی کو کوئی چیز ہاتھ میں دینا ہو تو دور سے مت پھینکو کہ وہ ہاتھ میں لے لیگا۔

ادب (۲۷) جس سے بے تکلفی نہ ہو اس سے ملاقات اس کے گھر کا حال مت پوچھو۔

ادب (۲۸) کسی کے غم یا پریشانی یا دکھ بیماری کی کوئی خبر سنو تو قبل پختہ تحقیق کے کسی سے نہ کہو خصوصاً اس کے عزیزوں سے۔

ادب (۲۹) دسترخوان پر سالن کی ضرورت ہو تو کھانے والے کے سامنے سے مت اٹھاؤ دوسرے برتن میں لے آؤ۔

ادب (۳۰) لڑکوں کے سامنے کوئی بے شرمی کی بات مت کہو۔

ادب (۳۱) جس شخص کی نسبت تمکو قرائن سے متیقن یا مظنون ہو کہ تمہارے کہنے کو ہرگز نہ ٹالیگا تو اس سے کسی ایسی چیز کی فرمائش نہ کرو جو شرعاً واجب نہیں۔

ادب (۳۲) اگر کسی شخص پر قصداً ناخوش ہونا پڑے یا اتفاقاً ایسا ہو جاوے تو دوسرے وقت اس کا دل خوش کردو اگر تم سے واقعی زیادتی ہوگئی ہے تو بے تکلف اس سے معذرت کرکے اپنی زیادتی کی معافی مانگ لو عار مت کرو قیامت میں وہ اور تم برابر ہوگے۔

تمت

رسالہ ہذا نیز دیگر تالیفات حکیم الامتہ محی السنتہ حضرت

مولانا مولوی قاری حاجی حافظ شاہ

محمد اشرف علی صاحب

مدظلہ

کتب خانہ امداد الغربا سہارنپور سے

طلب فرماویں

چند مفید اور ارزاں قیمت کتابیں

محاسنِ اسلام } یہ حضرت حکیم الامۃ دام فیوضہم کا ایک عدیم المثال وعظ ہے جو فتنۂ ارتداد کے زمانہ میں ایک ایسے مقام پر ہوا تھا جہاں پر کئی گاؤں مرتد ہونے کو تیار تھے مگر اس وعظ کی برکت سے اسلام پر قائم رہے تھے، اسمیں اسلام کی خوبیاں اور آریوں نیز دیگر مذاہب والوں کے اعتراضات کے جوابات بیان کئے گئے ہیں۔ علماء طلباء اور اُن لوگوں کو جن کو دیگر مذہب والوں سے گفتگو کا اتفاق ہوتا ہے اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے قیمت بجائے ۷۔ کے صرف ۴ر مقرر کیجاتی ہے۔

حقوق البیت } اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے نکاحی تعلقات خوشگوار رہیں حسن سلوک اور حسن معاشرت سے زندگی بسر ہو آپ ع ہمدریں عالم است دوزخ او + کا مصداق نہ بنیں زن وشوہر کے باہمی حقوق بالتفصیل معلوم ہو جائیں۔

تو حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا تھانوی مدفیوضہم کا بے نظیر وعظ "حقوق البیت" بغور پڑھئے جس میں حسن معاشرت کے طریقے شرعی زندگی اور امور خانہ داری کے سلیقے اور رائج الوقت زنانہ اسکولوں کے مفاسد ایسے انداز سے بیان فرمائے گئے ہیں کہ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

ہمنے اشاعت عامہ اور تبلیغی منافع کی غرض سے اس کی قیمت بجائے ۳ر کے صرف ۲ر مقرر کی ہے۔ قریب الختم ہے۔

اس کے علاوہ بھی اہل حق کی تصانیف ہمارے یہاں سے مل سکتی ہیں،

ملنے کا پتہ

ظہور الحسن کسولوی مدرسہ مظاہر علوم ... ۴